ABSTRACTS

The Qaimkhani Lyrics: A Socio-Cultural Study

The Karm Chand of dadrera (Rajistan) who was a son of Mote RaoChauhan accepted Islam from 1351 to 1352, during the reign of Feroz Shah Tughlique. Then he was named as Qaim Khan due to this race called as QaimKhani. After the establishment of Pakistan a large number of QaimKhani community came (Migrated) to Pakistan. The mother tongue they were speaking from Rajistan remained their language and called "QaimKhaniboli". QaimKhaniboli is a sub-dialect of Rajistani Regional Dialect Marwari and shows same spoken peculiarities, but after the establishment of Pakistan QaimKhani Dialect came under the influence of Urdu Fastly and still is, Now this Dialect has taken a new shape by mixing with Urdu. When we survey the effects of Urdu on Qaimkhani dialect then we know that Urdu promimently effected not only its grammatical ctymolofy but its vocabulary also. And deep linguistic partnership is found in it, but there is minor difference of accent. There Valuable folk literature is present in this dialect. It consists on lullabies, mamage songs, festivals songs and folk stories. When we study it, we know that the QaimKhani culture has its separate recognition.

ساجدہ پروین
ڈاکٹر سیّد جاوید اقبال

قائم خانی بولی کے گیت: سماجی اور تہذیبی مطالعہ

قائم خانی راجپوتوں کی حکمرانی راجستھان پر کئی سال رہی نواب قائم خان (پرانا نام کرم چند چوہان) ددریرہ (راجستھان) کے راجہ موٹے راؤ چوہان کے بیٹے تھے انھوں نے والیٔ دہلی فیروز شاہ تغلق کے دور میں ۱۳۵۱ء تا ۱۳۵۲ء کے درمیانی عرصے میں سیّد نصیرالدین شاہ دہلویؒ کے ہاتھ پر بفضل خدا اسلام قبول کیا اور ان کا اسلامی نام ''قائم خان'' رکھا گیا۔[۱] اسی نام کی مناسبت سے ان کی نسل بھی ''قائم خانی'' کہلائی۔ اور یوں راجپوتوں میں ایک نئی شاخ ''قائم خانی'' کا اضافہ ہوا۔

قائم خان کی بہادری سے متاثر ہو کر فیروز شاہ تغلق نے انھیں خان کا خطاب دیا اور علاقہ ''حصار'' کا صوبیدار بنا دیا[۲] چوں کہ

حصار کا علاقہ ددریرہ سے ملا ہوا تھا اس لیے قائم خان وہاں کے مضبوط حکمران ثابت ہوئے۔ ۱۴/جون ۱۴۱۹ء کو ۸۵ برس کی عمر میں ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹوں نے حصار، جھونجھنوں، بڑواسی، فتح باد اور فتح پور (اس میں ڈھونڈھار کا شیخاواٹی کا علاقہ بھی شامل تھا) میں قائم خانی ریاستوں کی بنیاد رکھی[۳] اور (۱۷۳۱ء سے ۱۸۸۳ء تک) قائم خانیوں نے حکومت کی۔ (یاد رہے قائم خان اور ان کی اولاد نے کبھی ددریرہ پر حکمرانی نہیں کی) قائم خانی فوج میں بھرتی ہو کر دہلی اور حیدرآباد دکن میں بھی آباد ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد قائم خانی برادری کی بڑی تعداد نے ہجرت کی اور خصوصاً سندھ کے علاقوں ٹنڈو جان محمد، جھڈو، نوکوٹ، ڈگری، حیدرآباد اور کراچی میں جب کہ پنجاب میں ملتان، تڑگڑھ، بستی ملوک وغیرہم کو اپنا مسکن بنایا۔

قائم خانی راجستھان سے جو مادری بولی بولتے آئے وہ قیام پاکستان کے بعد انھی سے منسوب ہو کر بطور شناخت ''قائم خانی بولی'' کہلاتی ہے اور اس وقت تقریباً چار لاکھ سے زیادہ افراد کی مادری بولی قائم خانی ہے۔

جہاں تک قائم خانی بولی کی اصل کا تعلق ہے۔ راجستھان، آزادی سے قبل چھوٹی بڑی مختلف ریاستوں میں منقسم تھا۔ تقسیمِ ہندوستان سے قبل ان ریاستوں کی تعداد ۲۱ تھی[۴]، ان ریاستوں کے علاوہ مزید چند چھوٹی ریاستیں اور راجپوتوں کے ٹھکانے بھی تھے جو لسانی نقطۂ نظر سے بڑی ریاستوں میں بولی جانے والی زبانوں کے دائرے میں آتے ہیں، ان بولیوں میں ''مارواڑی'' جو کہ جودھ پور، جیسلمیر، بیکانیر، اجمیر، جے پور وغیرہ میں بولی جاتی ہے۔[۵] اس کے بھی کئی لہجے ہیں۔ راجستھان کی دوسری بولی ''ڈھونڈھاری'' جو شیخاواٹی، سیکر، جھونجھنوں اور پلانی میں بولی جاتی ہے اس کے بھی کئی لہجے ہیں۔ ''مالوی'' مالوہ کے علاقے اور میواڑ کے درمیانی حصے میں جب کہ ''میواتی'' الور، بھرت پور وغیرہ میں بولی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ باگڑی، میواڑی، جے پوری اور ہاڑوتی وغیرہ شامل ہیں۔

قائم خانی (برادری) راجستھان کے جن علاقوں میں رہے وہاں مارواڑی بولی جاتی تھی۔ قائم خانی بولی اس کی ایک شاخ ہے۔ ''ہم اسے مارواڑی کی ذیلی بولی (Sub Dialect) یا علاقائی تحتی بولی بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیوں کہ ہر زبان علاقائی تحتی بولیوں (Regional Dialects) ہی کا مجموعہ ہوتی ہے اور لسانیاتی طور پر زبان اور (Dialect) میں کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا۔ (Dialect) میں (Accent) کے علاوہ قواعد اور ذخیرۂ الفاظ بھی شامل ہوتے ہیں۔''[۶]

اگر قائم خانی بولی کے مقامی ذخیرۂ الفاظ کو دیکھا جائے تو ہمیں قدیم اردو میں ان کا بخوبی استعمال نظر آتا ہے۔ دراصل اردو زبان اور قائم خانی بولی برصغیر میں پیدا ہوئیں اور یہیں پلی بڑھیں۔ اردو چوں کہ قدیم زبان کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے اور اس نے بعض مخصوص حالات کے تحت موجودہ شکل اختیار کی اسی لیے بعض تاریخی عوامل کے نتیجے میں عربی و فارسی کے اثرات اس پر نسبتاً زیادہ نمایاں ہوئے جب کہ ''قائم خانی بولی'' ایک اندرونی علاقے کی جو کہ دشوار گزار راستوں، پہاڑوں، ریگستانوں، ندی نالوں کی سرزمین ہے اور جس کا کوئی علاحدہ رسم الخط ہے نہ ادبی حیثیت، اس لیے ایک حد تک یہ بیرونی اثرات سے محفوظ رہی۔ اس کے ذخیرۂ لغت میں مقامی الفاظ کی بہتات ہے اور ان الفاظ پر راجستھان یا قرب و جوار کے رہنے والوں کی (ایجاد کی) چھاپ ہے۔

قائم خانی بولی میں مستعمل الفاظ اور اردو میں رائج مقامی الفاظ کی اصلیت ایک ہی ہے۔مگر جس طرح چھوٹی بولیاں بڑی زبانوں میں ضم ہو کر اپنی شناخت کھو رہی ہیں بالکل اسی طرح ۱۹۴۷ء کے بعد سے ہم جائزہ لیتے ہیں تو اب خود قائم خانی برادری میں ان مقامی الفاظ کا استعمال بڑی تیزی سے کم ہوتا جا رہا ہے اور فطری طور پر اردو اور سندھی کے اثرات قبول کرتے ہوئے اب موجودہ صورت حال میں بیش تر قائم خانی بولی کے الفاظ متروک و معدوم ہوتے جا رہے ہیں اور اب عہد قدیم کے جواہر ریزے یعنی خالص دیسی الفاظ صرف بڑے بوڑھے، ان پڑھ اور دیہاتیوں کی زبان تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔نتیجہ کے طور پر اب قائم خانی بولی کا چراغ گل ہوتا نظر آ رہا ہے لیکن لہجے کے اعتبار سے یہ اب بھی اپنی انفرادیت برقرار رکھے ہوئے ہے۔قبل اس کے یہ بھی معدوم ہو ہم اسے محفوظ کر لیں۔اس لیے قائم خانی بولی بے شک صحراؤں، ندی نالوں اور دشوار گزار علاقوں میں پیدا ہوئی، پلی بڑھی لیکن اس بولی میں ایک قابل قدر لوک ادب موجود ہے۔جس میں لوریاں، شادی کے گیت، ساون بھادوں کے گیت اور سُر ہیں۔بچوں کی پیدائش کے موقع پر ہونے والی رسموں کے موقع پر گائے جانے والے گیت بھی ہیں، کہانیاں، کہاوتیں اور محاورات وغیرہ بھی شامل ہیں۔

جن کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ قائم خانی تہذیب بھی اپنی ایک الگ پہچان رکھتی ہے۔چوں کہ ہر ایک معاشرے کا بنیادی اثاثہ، ثقافت اور رسم و رواج ہوتے ہیں۔انھی اقدار پر معاشرتی عمارت پختگی سے استوار کی جاتی ہے۔اس لیے ”کسی علاقے، خطے، تعلقے کے رسم و رواج اور لوک گیت لکھ لیجیے اس علاقے، خطہ، تعلقہ کی تاریخ خود بخود مرتب ہو جائے گی۔“[۷] یعنی کسی بھی قوم یا معاشرے کے بارے میں جاننے کے لیے اس کی ثقافت اور لوک ادب کے متعلق جاننا ضروری ہے۔”یہی لوک ادب ہماری مرتب، مہذب اور بہت حد تک مصنوعی نیز شہری زندگی کے مقابلے میں غیر مرتب، دہقانی اور فطری احساسات و جذبات کا آئینہ ہے۔“[۸]

ہر قوم کی ثقافت اور لوک ادب ان کی تمناؤں اور تقاضوں کی تکمیل کا دوسرا نام ہے اور تمدن کی تاریخ کی بتاتی ہے کہ:

> ”کوئی قوم اپنی تہذیبی اور تمدنی وراثت کو خیر آباد کہہ کر وقتی تقاضوں کے زیرِ اثر زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتی اور اس کے ثقافتی مظاہر مٹ جاتے ہیں۔“[۹]

کیوں کہ ہر علاقے اور ہر قوم کا ایک لوک ورثہ ہوتا ہے جو نہ صرف اس قوم بلکہ اس علاقے کے رہنے والوں کی زندگی کی پوری عکاسی کرتا ہے بلکہ اس میں ان کی انفرادیت بھی نظر آتی ہے۔یہ ورثہ لوگوں کی مذہبی، معاشی، معاشرتی زندگی، رسم و رواج، تہذیب و ثقافت کا مرہونِ منت ہوتا ہے جس میں ماضی، حال اور مستقبل سب ہی کچھ ایک حد تک نظر آ جاتا ہے۔ان میں لوک گیتوں کو خاص مقام حاصل ہے۔ڈاکٹر شازیہ عنبرین اس سلسلے میں رقم طراز ہیں کہ:

> ”یہ کسی قوم کے اجتماعی تجربات ہی ہوتے ہیں۔جو صدیوں سے عوامی گیتوں، نغموں، ترانوں، قصہ کہانیوں، داستانوں، چٹکلوں، مذہبی نظموں، بھجنوں، بولیوں، ٹھولیوں کی صورت میں نسل در نسل اجتماعی یادداشت کا حصہ بنتے

چلے جاتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ ان زبان زد عام چیزوں کے اصل خالق کون لوگ تھے اور اس کا پہلا سرا کہاں تلاش کیا جائے، تاریخی شہادتوں اور بعض دوسرے عناصر کی مدد سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کسی لوک گیت یا نغمے کا خالق فلاں شخص گروہ یا قبیلہ ہو سکتا ہے۔''۱۰؎

دنیا کی شاید ہی کوئی زبان یا بولی ہو جس میں لوک گیتوں کا وجود نہ ہو۔ قائم خانی برادری اور ان کی بولی بھی اس ورثہ سے تہی داماں نہیں ان کے لوک گیت راجستھانی اور پاکستانی دو مختلف ثقافتوں کا ملاپ رکھتے ہیں۔ اس لیے ان لوک گیتوں میں مشترکہ قدریں نظر آتی ہیں یہ لوک گیت سینہ بہ سینہ سفر کرتے ہیں۔

''اور یہ گیت روایتوں کے ذریعے زندہ رہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ گیت سکہ بند نہیں ہیں جس سے طبیعت اکتا جائے بلکہ یہ گیت زندگی کے ساتھ خوب گھلتے ملتے اور اپنے ماحول کا پورا پورا ساتھ دیتے ہیں۔''۱۱؎

قائم خانی معاشرے میں گائے جانے والے ان لوک گیتوں کے ذریعے اس قوم کے افراد کے مزاج اور کردار کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ان لوک گیتوں میں بچوں کے لیے لوریاں، پند و نصائح، موسموں کے تغیرات، تیج تہوار کے رنگ، سروں کے آہنگ، شادی بیاہ کی رسومات، خوشی، مایوسی، محبت، رقابت۔ غرض ہر موقع کے گیت شامل ہیں۔ ان لوک گیتوں کا کوئی اصول مقرر نہیں ہے یہ پشت در پشت چلے آ رہے ہیں۔

''آج بھی یہ لوک گیت، لوک کہانیاں اور لوریاں بہت سے لوگوں کو اپنے بچپن کی طرح عزیز ہیں۔''۱۲؎

چوں کہ قائم خانی بولی ادبی زبان نہیں ہے چنانچہ اس کا لوک ادب اور گیت وہی ہیں جو عوام نے تخلیق کیے یہ ان کے وسیع تر تجربات، مشاہدات، رجحانات اور رسومات کے آئینہ دار ہیں۔ ڈاکٹر اعظم گریوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''یہ دیہاتی گیت قافیہ ردیف کی بندشوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ ان میں وجدانیت، الہامات اور ادبِ لطیف کے جویا ہوں گے انھیں سخت مایوسی ہوگی۔''۱۳؎

قائم خانی گیتوں کا آغاز جکڑی سے ہوتا ہے۔ قائم خانی گیتوں کے گانے والے پہلے ''جکڑی'' ضرور گاتے ہیں۔ راجستھان میں ''جکڑی'' کے معنی تعریف کے لیے جاتے ہیں۔ یہ وہ منظوم تعریفی کلمات ہیں جو بزرگانِ دین یا اولیاء اللہ کی شان میں لکھے جاتے ہیں۔ قائم خانی معاشرے میں ''ہانسی کے چار قطب والے پیروں'' کے متعلق محبت اور عقیدت پائی جاتی ہے۔ چار قطب کا خاندان فتح پور میں آج بھی آباد رہے اور ''چار قطب والے پیر'' کے نام سے ہی جانا جاتا ہے ان کے اسمائے گرامی ''حضرت جمال الدینؒ''، ''حضرت برہان الدینؒ''، ''حضرت انوار الدینؒ'' اور ''حضرت نور الدینؒ'' ہیں۔ یہ ایک ہی خاندان (قطب) سے تعلق رکھتے تھے۔ ان بزرگوں کے علاوہ بھی قائم خانیوں کے اجداد میں حضرت شاہ قمر الدینؒ سے عقیدت پائی جاتی ہے جو قصبہ ٹو اں ضلع جھن جھنوں علاقہ شیخاواٹی (شیخاواڑیں) فتح پور کے رہنے والے مشہور بزرگ ہیں۔ آپ قائم خانی تھے مگر چوں کہ آپ کے خلیفہ اوّل حضرت سیّد

ہادی شاہؒ تھے اس لیے ان کی نسبت سے یہ ''شاہ'' کے لقب سے معروف ہوئے۔[۱۴]

ان کی بھی ''جکڑی'' گائی جاتی ہے اور نیاز بھی لگائی جاتی ہے۔

چند جکڑیاں شادی بیاہ کے موقعوں پر شادیوں کے گیتوں کے ساتھ بھی گائی جاتی ہیں۔ پاکستان ہجرت سے پہلے جمعرات کی رات عورتیں گھروں میں مل کر ''جکڑیاں'' گاتی تھیں اور فاتحہ پڑھ کر شیرینی تقسیم کی جاتی تھی۔ آج بھی کچھ ضعیف العقیدہ قائم خانی عورتیں شادی کے بعد ''میراجی'' کی جکڑی گاتی اور کڑھائی چڑھا کر فاتحہ پڑھ کر شیرینی تقسیم کرتی ہیں اور ایسا نہ کرنے پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شادی زیادہ عرصہ چل نہیں پائے گی۔ قائم خانی خواتین پہلے ایک جکڑی ''اللہ'' کی پھر ایک جکڑی ''میراجی'' کی اور ایک جکڑی ''شکروار بابا'' کی گاتی ہیں۔

جکڑی سے منسوب ایک منظوم مقولہ جو تقریباً تمام بزرگ قائم خانی خواتین سناتی ہیں کہ بیاہ شادی کے بعد انسان دنیا کے دھندوں میں سب کچھ بھول جاتا ہے اور صرف گھر گرہستی کا ہو کر رہ جاتا ہے

بھول گئے راگ رنگ بھول گئے جکڑی
تین چیز یاد رہ گی لون، تیل، لکڑی [۱۵]

(جب کبھی کوئی ''نیاز'' یا درود پاک بھول جاتے ہیں تب بھی یہ مقولہ بولا جاتا ہے)

لوک گیتوں کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف میں ایک ''جکڑی'' گائی جاتی ہے جس میں اردو الفاظ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔ اس سے قائم خانی قوم کے مذہبی رجحان اور گھر کے بزرگ مرد و خواتین کے احترام کا پتا چلتا ہے۔

''اللہ میاں کی جکڑی''

گئی ھجرت کے دربار مرے اللہ میاں — قدرت باندھی پال مرے اللہ میاں
ایں دنیا میں دو بڑا مرا اللہ میاں — ایک سورج ایک چاند مرا اللہ میاں
اے کُنڑ تال کُھدایا مرا اللہ میاں — ھجرت تال کھدایا مرا اللہ میاں
کدرت باندھی پال مرا اللہ میاں — گئی ھجرت کے دربار مرا اللہ میاں
اے کنڑ باگ لگایا مرا اللہ میاں — اے کنڑ سینچا باگ مرا اللہ میاں
مالی جی باگ لگایا مرا اللہ میاں — مالنیا سینچا باگ مرا اللہ میاں
اے کن پُھلڑا بُنیا مرا اللہ میاں — اے کن گُونتھا ہار مرا اللہ میاں
سَر دَھر مالن سَرِی مرا اللہ میاں — گئی ھجرت کے دربار مرا اللہ میاں

ھجرت جوگا سَیُوَرَا مرا اللہ میاں　　بی بی جَوُگاَ ہار مرا اللہ میاں
سِیُس بیرا جے سیورا مرا اللہ میاں　　بی بی کے گل ہار مرا اللہ میاں
اَیُس دنیا میں دو بڑا مرا اللہ میاں　　اک سورج دوجو چاند مرا اللہ میاں
اَیُس دنیا میں دو بڑا مرا اللہ میاں　　اک سسر دوجی ساس مرا اللہ میاں
ساسوجی جَایو ڈِیکُرو مرا اللہ میاں　　سسرو جی لایا دِل چوڈھ مرا اللہ میاں
اَیُس دنیا میں دو بڑا مرا اللہ میاں　　اک سائیں دوجو بیر مرا اللہ میاں
بیر اُڈھاوے چُونری مرا اللہ میاں　　سائیں راجا کو اَبْ چَھلِن راج مرا اللہ میاں ١٦

ان جکڑیوں سے قائم خانی برادری کی نفسیاتی، روحانی اور مذہبی کیفیت کا پتا چلتا ہے لوگوں کا رجحان کس طرف تھا۔ لوگوں کی امیدوں، مایوسیوں، عقیدوں غرض یہ کہ لوگوں کے پورے مزاج کی کیفیت واضح ہوتی ہے۔ درج ذیل ''جکڑی'' اس کی بہترین مثال ہے:

''جکڑی''

اللہ جنت بنائے ساراں کے لیے　　اللہ جنت بنائے ساراں کے لیے
ھماں گانڑے بجائے اللہ کے لیے　　ھماں گانڑے بجائے اللہ کے لیے
ھوریں لے گئی محمدؐ نبی کے لیے　　ھوریں لے گئی محمدؐ نبی کے لیے
اللہ جنت بنائے ساراں کے لیے　　اللہ جنت بنائے ساراں کے لیے
ھماں جالڑی بھرائی اللہ کے لیے　　ھماں جالڑی بھرائی اللہ کے لیے
ھوریں لے گئی محمدؐ نبی کے لیے　　ھوریں لے گئی محمدؐ نبی کے لیے
ھماں مینڈی سجائی اللہ کے لیے　　ھماں مینڈی سجائی اللہ کے لیے
ھوریں لے گئی محمدؐ نبی کے لیے　　ھوریں لے گئی محمدؐ نبی کے لیے
ھماں جوڑے منگائے اللہ کے لیے　　ھماں جوڑے منگائے اللہ کے لیے
ھوریں لے گئی محمدؐ نبی کے لیے　　ھوریں لے گئی محمدؐ نبی کے لیے
ھوریں لے گئی محمدؐ نبی کے لیے　　ھوریں لے گئی محمدؐ نبی کے لیے ١٧

''جکڑی''

رِم جھم کا مھیں جوڑا لائی　　گُل پھولاں کے ھار

مھئیں ھار لیے کھڑی رے پُیرو کھولو لال کواڑ

مھیں ھار لیے کھڑی رے پیرو کھولو لال کواڑ

کھولو لال کواڑ ھم جا بھیجو نا، نامراد

مُراد مَانگڑ (ماں گنڑ) آئی رے پیرُوُ کھولو لال کواڑ ۱۸

ایک جکڑی ''شکروار بابا'' کی گائی جاتی تھی اور شیرینی بھی تقسیم کی جاتی تھی اس میں عقیدت کا اظہار ہے کہ آپ پر جان نچھاور کروں سونے کا دروازہ سنار سے بنوایا جو سب سے اونچا ہے آپ کی شہرت یا نام دھڑ دھڑ بج رہی ہے۔

''جکڑی شکُروار بابا''

ڈُونگر اوپر ڈونگری بابا ڈونگر اوپر ڈونگری بابا

سونے گھڑے سنار واری جاؤں بابا کے

اونچا تیرا کوٹ بُلند دروجّہ اونچا تیرا کوٹ بلند دروجّہ

لکھ آوے، لکھ جاوے واری جاؤں بابا کے

بابا مَھارے سِر کو تاج دَھنیڑ (دَھ ے ں ڑ) دھنیڑ تھاری نوبت باجے

ڈِنکو (ڈِں کُ و) سنو جی اجمیر واری جاؤں بابا کے

من کو ملیدو بابا سب نے کروں گی من کو ملیدو بابا سب نے کروں گی

اوپر ہری گلپھَ واری جاؤں بابا کے

بُھورَا بھورا بِکرا اجیالا چاول بھورا بھورا بِکرا اجیالا چاول

دیگ چڑھی بھرپور واری جاؤں بابا کے

سَکَر کُوئی کو بابا امرت پانی سکر کوئی کو بابا امرت پانی

نیرُ بھرے پنیار واری جاؤں بابا کے

حبیب خان آوَ جاتری تھاری بابا کاکا، بھاؤ، بھتیجا ساتھ

واری آویں بابا کے واری آویں بابا کے ۱۹

قائم خانی معاشرے میں والدین کی بہت عزت کی جاتی ہے اور اولاد کے لیے اللہ، رسول ﷺ کے بعد والدین کا حکم فرض مانا جاتا ہے بچوں کو شروع سے ہی والدین کا بڑا درجہ بتانے کے لے ایک جکڑی ''ماں باپ'' کے لیے بھی ہوا کرتی تھی۔

’’جکڑی (ماں باپ کے لیے)‘‘

چار کُھوٹاں کی چاندنی جیئں پر جلے لوبان　　اَیُس دنیا میں کُنڑ بڑو، ایک مائر دوجو باپ
باپ　تو　لاڈ　لڈاوے　مائر　پاوٗ　کاچو　دودھ
ای　دنیا　میں　کن　بڑو　ایک　سورج　دوجا　چاند [۲۰]

ترجمہ: اس دنیا میں ماں اور باپ کے سوا کون بڑا ہے باپ لاڈ پیار سے پرورش کرتا ہے اور مائر/ماں کچا دودھ پلا کر اولاد کو پالتی پوستی ہے اس لیے ماں باپ دونوں چاند اور سورج کی مانند ہیں۔

’’میراجی کی جکڑی‘‘

گراں پِھکڑی پَھیر کے دل گِیری　　اَیُس مھیئں ای کُھوس رہنا ہے جی
کیئں دن کوٹھی ، کیئں دن مَحلاں　　کیئں دن جنگلاں بسنا اے جی
کیئں دن ھاتھی، کیئں دن گھوڑاں　　کیئں دن پیدل چالنا اے جی
کیئں دن گھانلا کیئں دن لاڈو　　کیئں دن پَھاکے پہ پَھاکا اے جی [۲۱]

نعمت خان (جان کوی) کا لکھا یہ گیت ملاحظہ کریں:

گَیُر سَمِیر بِنَ کَجُلی پِگھیُن مُور زَہُنس　　جِیُو چَھتُری سَاکھ میں سَاچَو قِیُامل ہنس
قائم اَجیُاگر جیسے چندن مَلیا گر ......　　دیس پت باگڑ رت جیسے بھاگن
راگن پت دیپک باسگ پت ناگن　　درگاہ ہو اجمیر جیسے بادشاہ نوشیر
عدل آچھو بٹھانی ہے کہت گہ کبرائے بات مانو ساچی　　ماٹھن میں ثابت سرے ساچو ہی قائم خانی ہے [۲۲]

(ا)

لوک گیت یا لوک ادب کی تخلیق زیادہ تر خواص کے بجائے عوام خاص طور پر خواتین کے ہاتھوں ہوتی ہے لہذا تخلیق فطری اصولوں کے تحت ہوتی ہے۔ قائم خانی ثقافت اپنے اندر بے شمار روایات کو سموئے ہوئے ہے اور ان روایات کو نبھانا ان کے لیے باعث فخر ہے۔ ان کی تہذیب میں جہاں سورج، چاند، بادل اور بارش کا ذکر بڑی عزت کے ساتھ کیا جاتا ہے وہاں کچھ باتیں پرندوں کی زبانی بھی کہی جاتی ہیں جیسے، مور، تیتر، اور کوا۔ درج ذیل اشعار بھی ایسے ہی گیتوں کے ہیں:

موریا: مَوُرِیا آچھو بولیے رے ڈَھلتی رات کا　　ارے مَاروڑیں مھیئں توں بولوں رے مَھاری مَوج سِیُوں
تیتر: تیتر بولیا جنگلاں مھیئن، تیتر بولیا رے　　مھارو صاحب بولیا بنگلا مھیئں ، تیتر بولیا رے

کاگلیا: کاگلیا توں گورو گورو بول نی رے مھارو صاحب جی بسے ہیں پردیس رے ۲۳

گیت مزاجاً نسوانیت کے غنائی اظہار کی ایک صورت ہے اور اس کا زمین کے ساتھ نہایت گہرا تعلق ہے۔۲۴ اسی لیے دیہاتی عوتیں جن کی خوشیاں زمین، بارش اور سورج سے جڑی ہوتی ہیں اپنی خوشیوں کا اظہار گیتوں کے ذریعے کرتی ہیں۔ سورج ان کے لیے کئی معنوں میں اہمیت رکھتا ہے۔ سورج کی گرم گرم کرنوں سے تپش پا کر فصل پکتی ہے، اناج تیار ہوتا ہے۔ برسات سے پہلے جو سورج کی گرمی بڑھ جاتی ہے تب کسانوں کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب برسات کا موسم جلد آنے والا ہے یہ گیت اسی جذبے اور ضرورت کو ظاہر کرتا ہے۔

سُورِیا بِیر، بَدلی لاٸیےُ رَے
جَھالا دے توھے بلاؤں
تُوں مھارے دَیساں آیئے رے
سُورِیا بِیر، بِدلی لِایئےُ رِے

جیٹھ نہ آوَے، ساڈ نہ آوَے، ساون البت آئی رے
پگ پانڑی پالار کریئے رے
دِوہرُ بدلیاں چھایئے رے
سُورِیا بِیر، بِدلی لِایئےُ رِے

پنیہاریاں خوس یالی کر دے، گھراں کے تال بھرائی رے
پنیہاریاں تو گھراں اُڈیکے
ہاری کھیتاں ما آئی رے
سُورِیا بِیر، بِدلی لِایئےُ رِے ۲۵

ترجمہ: سورج بھائی آ ؤ برسات کے بادل لاؤ، جیٹھ اور ساڑھ کے مہینے میں بھی ساون نہیں آ رہا۔ پاؤں جتنا پانی کر دے، تالاب بھر دے نزدیک سے ہی پانی لانا پڑے اور ہاری کھیتوں میں پانی دے دو پیاسوں کو خوش حالی عطا کر دے اور گھر کے تال (تالاب) بھر دے ہاری کو کھیتوں میں پانی دے دو۔

(۲)

قائم خانی برادری کے زیادہ تر افراد اپنی ''نوابی'' ختم ہونے کے بعد زراعت کے پیشے سے منسلک ہو گئے تھے مگر ان قائم خانی کسانوں کے کئی برس پہلے بھی وہی جذبات تھے جو آج ہیں۔ موسم اور ماحول بظاہر بدلتے رہتے ہیں لیکن بنیادیں بہت کم بدلتی

ہیں۔کھیت اور زمین کو ہزار سال پہلے بھی پانی کی ضرورت تھی آج بھی زمین میں پانی کے بغیر فصل بار آور نہیں ہو سکتی جب تک برسات نہ ہوگی یا پانی نہیں سینچا جائے گا زمین غلہ نہیں دے گی۔ پھر زمانہ چاہے کتنا بھی بدل جائے کسان تو کھیت، کھلیان، بادل، برسات، بہار اور پروا کے ہی گیت گائے گا۔

درج ذیل گیت ''چھن ایک چلو'' بھی اسی بات کی نمائندگی کرتا نظر آتا ہے۔

''چھن ایک چلو'' (برسات کا گیت)

چِھن ایک چلو، پُروا بھانڑ میھاں لے مھارے لگ ری چاؤ

چھن ایک چلو، پروا بھانڑ

دو اِک گھڑی رِڑ کو دے دو تو تھالی بھر جائے آنگن کے مائیں

چھن ایک چلو، پروا بھانڑ

چِھن چھن بھر جائے سرور تال میھاں لے مھارے لگ رِی چاؤ

چھن ایک چلو، پروا بھانڑ[۲۶]

ترجمہ : بادل آ رہے ہیں تھوڑی دیر پانی برساؤ، ہوا بہن! ہمیں شوق ہو رہا ہے ہمارے پاس رک کر تیز بوندیں برساؤ، اک گھڑی رک جاؤ دو ایک گھڑی پانی دے دو تو بڑی بات ہے صحن بھر جائے گا تالاب بھر جائیں گے۔

(۳)

قائم خانی سماج میں قبل از تقسیم برصغیر راجستھان میں ''تیج کا تہوار'' بڑے جوش و خروش سے منائے جاتے تھے اب پاکستان میں عوامی سطح پر اس کا اہتمام نہیں ہوتا (تاہم شادی شدہ لڑکیاں (سہاگنیں) ساون کی تیج پر اپنے میکے سے بلاوے کا انتظار کرتی ہیں)

ہندو دھرم کے مطابق یہ تہوار دیوی، دیوتا سے منسوب ہے۔ تیج بھی ایک دیوی کا تصور ہے اور ہندو شاستروں میں اس کا تصور ملتا ہے۔ یہ تہوار ساون کی تین تاریخ کو منایا جاتا ہے۔

اس تہوار کی تیاریاں یوں تو ساون کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہیں تاہم برسات کا ایک مہینہ بیت جانے کے بعد ہی اس پر شباب آتا ہے اس لیے یہ ہریالی کا تہوار بھی کہلاتا ہے۔ مون سون کی بارشوں سے ہر طرف سبزا اور ہریالی ماحول کو خوش نما بنا دیتی ہے۔ بڑے پیڑوں کی موٹی شاخوں پر ''جھولے'' ڈالے جاتے ہیں۔ جھولوں کے اس موسم میں جہاں نوجوان لڑکیاں ترنگ میں ہوتی ہیں وہیں معمر خواتین اپنے شوہروں کے لیے سکھ، تندرستی اور کامیابی کی دعائیں مانگتی ہیں۔ قائم خانی سماج میں ایک لباس ''لہریا، لہریو'' ہوتا تھا اب اس کا استعمال کم ہوتا ہے تاہم خواتین تیج تہوار پر ''لہریے کی چنری'' (جو خاص راجستھان سے تیار ہو کر آتی ہے) اوڑھنا پسند

کرتی ہیں۔

شادی شدہ خواتین کے میکے سے اور جن لڑکیوں کی ''سگائی'' منگنی ہو چکی ہوتی ہے ان کے سسرال سے کپڑے، جوتے، چوڑیاں، مٹھائی، خشک میوہ جات اور پھل آتے ہیں اس رسم کو ''سندھارا'' کہتے ہیں جو خواتین یہ سندھارا لے کر آتی ہیں انھیں بھی کپڑوں کا جوڑا دیا جاتا ہے۔

قائم خانی سماج کا معدوم ہوتا ادبی اور تہذیبی ورثہ بے شمار لوک گیتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود یہ صرف ذہنوں میں محفوظ ہے۔ نئی نسل کو ان گیتوں سے کوئی خاص شغف یا قلبی تعلق نہیں ہے۔ کبھی یہ گیت تمام خواتین کو ازبر ہوتے تھے۔ اس لیے سب مل کر گاتی تھیں۔ اب سینہ در سینہ سفر کرنے والے ان گیتوں کے نقوش مٹتے جا رہے ہیں، بزرگوں کو بہت سے گیتوں کے صرف چند ایک مصرعے یاد رہیں۔ ''ہریالی تیج کے تہوار'' کا ایک گیت جو ہجر کی ماری ایک نوبیہتا/سہاگن کے اذیت ناک لمحات کا بیان ہے۔ جس کا شوہر پردیس میں مقیم ہے۔

سَاجن ساون کی سُورنگی آئی بہار پَپُہوُ بولے پانی رس کے
آئیگو آئیگو تَھارِی تیج گو تِہوُار آجا رَہے مَانڑِی گُونی بس کی
ساجن ساون کی سُورنگی آئی بہار
ساجن ساون کی سُورنگی آئی بہار
پرنیہا ساون کی سُورنگی آئی بہار
اَے سُونی سیُجاں سَوگُوں بَھولِی بَائی سا کا پِیُر اِئی سَاسَرا کا نِی سُکھ، جا اَو جُوں مھارے پیُر
تَھارا وعدہ جُھوٹا کھینچے پَانڑی پا لاکیر یَا بڑھتا ہی جاوے رے بھیّا دُھوپَڑِی کو چیُر
ساجن ساون کی سُورنگی آئی بہار
اے پَرسُوں کے دن آ گیو بَھولِی پَر بَھاتی کو بیند اُوں اَیکلی سَیجاں میھئں، مَنّے کَیّاں آوے نیند
یا اُوپڑی پَچَھیڑِی اُوپر کَسں لے کُونا جِینُد اَو ساون کو مینو جِیُں آجا جُھولا اُوپر ہِینُڈ
آ گیو آ گیو تھاری تیج کو تہوار
آجا رے مَانڑِی کونی بس کی
ساجن ساون کی سُورنگی آئی بہار
پپیہو بولے پانی رس کے [۲۷]

ترجمہ: ساجن ساون کی رنگین بہار آ گئی ہے۔ پپیہا بھی پانی دیکھ کر بول اٹھا ہے تمھارا تیج کا تہوار آ گیا ہے اب انتظار ہمارے بس

میں نہیں ہے۔ بھولی نند کے بھائی تنہا سیج اداس ہے۔ مجھے سسرال میں کیا سکھ ملا میں واپس میکے چلی جاؤں گی۔ تمھارا وعدہ تو ایسا جھوٹا ہے جیسے پانی پہ لکیر کھینچنا یہ دھوپ کی دراڑ کی مانند بڑھتا جا رہا ہے میری سہیلی کا دولہا بھی پرسوں آئے گا تب مجھے اکیلے کیسے نیند آئے گی تو کیوں نہ تیز گھوڑی پر زین کس لو اور جلد آ جاؤ تا کہ جب ساون کا مہینا آئے تو مجھے جھولا دے سکو۔

(۴)

تیج کے موقع پر مختلف قسم کے گیت گائے جاتے ہیں اس موقع پر گایا جانے والا یہ گیت ملاحظہ ہو۔

ساون یا ساونڑ

آئی آئی ساونڑ یارِی تیجُ   آئی آئی ساونڑ یارِی تیجُ
ھَوڈ کُھدا دِیوُ مھارا جَلنْ جل جَامِی باپ   آئی او ساونڑیا کی تیج بائی جَھلِیا
آئی آئی ساونڑ یارِی تیجُ   آئی آئی ساونڑ یارِی تیجُ
ھَنڈَ وَلاَ دِلاَ دَیو جِی ماں کا جایا بِیر   آئی او ساونڑیا کی تیج بائی ھِینڈُسی
آئی آئی ساونڑ یارِی تیجُ   آئی آئی ساونڑ یارِی تیجُ
گھالیو کھلَایوُ پڑیو چنبیلی ڈال   ھِینڈُن والی بیٹھی ممتاج بائی ساسرے
آئی آئی ساونڑ یاری تیج   آئی آئی ساونڑ یاری تیج
چُنرِی رَنگا دَیو جی ماں کا بیر   آئی او سَانوِڑیا کی تیج بائی اَوڈَسی
آئی آئی ساونڑ یاری تیج   آئی آئی ساونڑ یاری تیج
رنگی رنگائی چنڑی پڑیو رَنگُرَیجُ یَاں   اَوڈَھنْ اَلی بیٹھی مُمتَاج بائی ساسرے
آئی آئی ساونڑ یاری تیج   آئی آئی ساونڑ یاری تیج ۲۸

ترجمہ: اس گیت میں ایک شادی شدہ لڑکی جو ''سسرال'' میں ہے اس کے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے۔ وہ کہتی ہے: ساون کی تیج آ رہی ہے۔ اے میرے باپ! میرے لیے ایک حوض بنوا دو کہ میں گرمی میں جھلس رہی ہوں، اے میرے بھائی! میرے لیے جھولا بندھوا دو تمھاری بہن جھولا جھولنے کی خواہش رکھتی ہے۔ بھائی کہتا ہے چمبیلی کی ڈال پر جھولا پڑا ہے لیکن میری بہن ممتاز تم سسرال میں ہو، تب بہن کہتی ہے میرے لیے ایک دوپٹہ رنگا دو۔ بھائی کہتا ہے رنگریز کے پاس چنری رنگی ہوئی ہے مگر اوڑھنے والی سسرال بیٹھی ہے۔

(۵)

تیج کا یہ گیت ایسی لڑکی کا ہے جسے تہوار شروع ہونے پر میکے سے اس کا بھائی لینے نہیں آیا

گیت

ساون لو آیو سَیّاں مُوں سُنڑیو　　آیو رَو جیٹھ اَپار مَہیّاں جِھڑُ مُڑیو
آ و ویرا جِی بَسو آنگڑے　　پوچھونی مَنڑَے رِی بات مہیاں جِھڑُ مُڑیو
مٹی منگاواں ویرا چِیکی چولا گُھتاواں چار　　مہیاں جِھڑُ مُڑیو، مہیاں جِھڑُ مُڑیو
ہیکے رَندَھاواں لاپِسی دُوجے تڑوُں کِسار　　مہیاں جِھڑُ مُڑیو، مہیاں جِھڑُ مُڑیو
تیج رَندَھاواں کھُچڑی چوتھے چُندلیے رَوساگ　　مہیاں جِھڑُ مُڑیو، مہیاں جِھڑُ مُڑیو
سَالُو بَہنُوئی جِیم لو کَرو نی مَنَ ڑَے بات　　مہیاں جِھڑُ مُڑیو، مہیاں جِھڑُ مُڑیو ۲۹

ترجمہ: میں نے بھی سن لیا ہے کہ ساون آ گیا ہے۔ جیٹھ کی بے کراں تپش موجود ہے۔ برسات کی جھڑی لگ گئی ہے۔ میرے بھائی آ ؤ میرے آنگن میں بیٹھو مگر میرے دل کی بات مت پوچھو برساست کی جھڑی لگ گئی ہے۔ میں نے چکنی مٹی منگوائی ہے اور چار چولھے تیار کیے ہیں اک پر لاپسی دوسرے پر دال تلواؤں گی، تیسرے پر کھچڑی، چوتھے پر چولائی کا ساگ پکواؤں گی۔ سالا اور بہنوئی ساتھ بیٹھ کر کھانا لیکن دل کی بات مت پوچھنا کہوں کہ برسات کی جھڑی لگ گئی ہے۔

(۶)

شادی بیاہ کی رسومات میں ہر موقع پر گیت گائے جاتے ہیں چنانچہ جب قائم خانی سماج میں شادی کی تاریخ طے ہونے کے بعد ہلدی کی گانٹھ (گرہ) بھیجی جاتی ہے اس میں ایک چٹھی خط میں نام، نسب اور شادی کی تاریخ درج ہوتی ہے اس میں بھیگی ہوئی ہلدی کے چھینٹے ڈالے جاتے ہیں۔ ساتھ ایک ناریل جس کا غلاف موتیوں سے بنایا جاتا ہے۔ شگون کے لیے بھیجا جاتا ہے، پھر سب مل کر ناریل اور چھٹی کھولتے ہیں۔ تب یہ گیت گائے جاتے ہیں۔

گھٹے اَو آیا بِڑلَا لَالُ بنڑا جِی　　کٹھے سئیں آیا بِڑلَا بُوندی جُھولِیّا ناریل
کیوں کر جُھولِیا بِڑلَا کیوں کر جھولیا ناریل　　موتی لال بنڑا جی، موتی لال بنڑا جی
ھَنُس ھنس جُھولِیا بِڑلَا، مل گَت جِھیلنا ناریل　　کھٹے میلیا بِڑلَا کھٹے مہلیا ناریل جی
پِیئساں میلیا بِڑلَا چھانجاں میلیا ناریل　　کھٹے میلیا بِڑلَا کھٹے مہلیا ناریل جی ۳۰

(۷)

شادی کی رسومات کا آغاز تو منگنی (جسے ''سگائی'' کہا جاتا ہے) سے ہو جاتا ہے پھر تاریخ طے کرنے کے بعد ''مایوں'' کی رسم ہوتی ہے جیسے بان بیٹھنا کہا جاتا ہے۔اس میں شادی سے سات روز پہلے دولہا اور دولہن کا چہرا (روپ) نکھارا جاتا ہے۔ یہ تیل چڑھانا اور ہلدی لگانے کو بان بیٹھنا یا پیٹھی کی رسم کہتے ہیں ''پیٹھی'' ہلدی کو کہا جاتا ہے جس میں گندم کا آٹا، ہلدی اور تیل ملا کر آمیزہ تیار کیا جاتا ہے پھر سات سہاگنیں دلہن کو اور دلہا کو اس کے رشتہ دار لگاتے ہیں۔اس موقع پر بھی گیت گائے جاتے ہیں ایسا ہی ایک گیت ملاحظہ ہو:

مَھاٗرِی ھَلدی رَے رنگ سُرنگ مَلْواے   ھلدی ملے پنساری رِی ھاٹ بنڑٔ ے رے رنگ چڑھے
لاؤ رے بابوسا چُتّر سجان ھلدی ملو اَے   مَاتا رَے مَن کوڑ گھنڑو ھلدی رورنگ سرنگ
لاؤ رے او کاکوسا چتر سجاں ھلدی ملو اے   واری کاکیّاں رے من کوڑ گھنڑ وھلدی رورنگ سرنگ

(باری باری تمام رشتے کے نام لے کر گایا جاتا ہے)۳۱

(۸)

شادی بیاہ کی ہر رسم ہر تقریب کے یہ گیت عام انسان کے جذباتی رشتوں اور تہذیبی قدروں کا آئینہ ہیں یہ عوام کی آرزؤں، ملاقاتوں اور امنگوں کے ایسے نغمے ہیں جن کی تخلیق پر بڑے سے بڑا شاعر بھی قادر نہیں ہو سکتا۔۳۲ ملاحظہ کیجیے ہلدی کا ایک گیت جولڑ کی (دلہن) کے لیے گایا جاتا ہے۔درج ذیل ہے۔(پہلے لڑکی کے بالوں کی باریک چوٹیاں بنا دیتے ہیں اس رسم میں ایک ایک کر کے وہ کھولتے ہیں اور تیل لگاتے ہیں)

گیئوں اے چنڑُ و رَو اُبٹنو مَائی چَمیلی گو تیل
اِبْ لاڈُو بیٹھو ابٹھنو
آ آئے مھاری دادیاں نَرُ کھولو   آ اے مھاری ماتا نر کھولو
تھیئں نرکھیاں سکھ ہوئے   اِب لاڈو بیٹھو ابٹنو
کوئی تیل پھلیل چمبیل گھنڑو   چمپا کی کالیاں سگنڈ گھنڑو
لاڈلا را من مھیئں گھانٹ گھنڑو
(لگتا ہے دولہا کے دل میں پیار بہت ہے)

(۹)

دلہا دلہن کو شادی سے ایک روز پہلے تیل مہندی لگائی جاتی ہے اس رسم میں بھی تمام رشتے دار خواتین اکٹھی ہو کر گیت گاتی ہیں۔یہ مہندی کا گیت ہے:

مہندی

جَئے پُورجا سیُّوں چُونڑ لِیًّا جِیوسَا، مہندی لاَ کھاں کی

چُونڑ اُوڑھ آنگڑ مَاں پھرسِ راجا، مہندی لاکھاں کی

جُو داڑوں تھِیئں جاوَ ٹِیکی لیا جیوسا ، مہندی لاکھاں کی

مِیرٹھ جاوے بھنور سا مھندی لیا جیوسا ، مہندی لاکھاں کی

(۱۰)

قائم خانیوں میں رسم تھی کہ دولہا کو تیار کر کے مسجد یا درگاہ پر لے جاتے تھے اور نکاح سے پہلے وہاں سلام کیا جاتا تھا۔ اس موقع پر جکڑیاں گائی جاتی تھیں اور شیرینی (مٹھائی جس کو سیرنی کہتے ہیں) تقسیم ہوتی تھی اب یہ رسم متروک ہوچکی ہے لہٰذا یہ جکڑی بھی نہیں گائی جاتی البتہ مسجد میں دو نفل حاجات کے پڑھائے جاتے ہیں۔ اس جکڑی میں حضرت پیر صاحب سے سہرا باندھنے، گھوڑے چڑھنے کے وقت حاضر رہنے کی التجا کی جاتی تھی۔

''جکڑی''

پیرُ سَیوُرَا تَے بھیجا مَسجد سَیوُرَا باندھوں کیوں نی مھارا پیر

ہَاجِر رَھجو مھارا پیر پیر جی گھوڑلا تے بھیجا مسجد ماں

پیر جی سِیرنی تَے بَھیجی مسجد ماں سیرنی بانٹو مھارا پیر مسجد ماں

مسجد ماں ہاجر رھجو مھارا پیر کھڑا رھجو سَانجھ پیر مسجد ماں

(۱۱)

بارات کی روانگی سے قبل ایک ''بندولے'' کی رسم ہوتی ہے کیوں کہ دولہا کو ''بیند'' کہتے تھے۔ لہٰذا اس رسم کو بندولہ بھی کہا ہے اور اس رسم کو ''نکاسی'' بھی کہتے ہیں دولہا کی شان کسی راجہ سے کم نہیں ہوتی اب دولہا گاؤں میں گھوم پھر کر سب سے دعائیں اور پیار لیتا ہے اس کے پیچھے سہ بالا (شاہ بالا) بیٹھا ہوتا ہے جو کسی دوست کو بنایا جاتا ہے باراتی سب پیچھے پیچھے آتے ہیں۔

بارات کی روانگی کے موقع پر یہ گیت گایا جاتا ہے جس کے بول آسانی سے سمجھ میں آرہے ہیں۔ سب رشتوں کے نام باری باری لے کر گایا جاتا ہے کہ دولہا تم کیوں اداس یا چپ ہو سب تمھارے ساتھ ہیں:

تُوں کیِسَر یا کیوں انڑا منڑا تھارا دَادا سَا تھارے ساتھ

توں کیسریا کیوں انڑا منڑا تھارا بابو سا تھارے ساتھ

تھاری گھوڑی کے گُنگُھرو باجتے باجے ڈَھُلتی رات
تو کیسریا کیوں انڑا منڑا تھارا کاکو سا تھارے ساتھ
تھاری گھوڑی کے گھنگھر باجتے باجے ڈھلتی رات

(۱۲)

قائم خانی تہذیب میں ''داماد'' (جوائی) کو بہت عزت دی جاتی ہے جب دلہن کی رخصتی ہو رہی ہوتی ہے تب دلہن کے گھر والے اپنے داماد کے لیے گیت گاتے ہیں۔

کُورِی کُورِی مَٹکِیّاں ماں دھی جمایو جی اوراج رے — چڑھتا جوائی سا سَکُن وَدھاوے جِی او راج
آج کی گھڑی مھارے اَمر پَنڈ ھاوے جی اوراج — سب رِی گھڑی مھارے سُکھ کے وداوے جی اوراج
جاتی بارات کا سگن ودھاوے جی اور اج — بائریو توں دِھیمو مَورو چال
میُھڑ لا اے دِھیمو مَدُرو برس — بِیُجلیاں اے دھمیے مدری کھینو
چڑھتا کُنور سا کا چمکے گُھوڑ لاجی او راج — سب رِی گھڑی مھارے سُکھ کے وداوے جی اوراج

ترجمہ: صاف نئ مٹی کی مٹکیوں میں دہی جمایا ہے جوائی (داماد) آ رہا ہے شگون بڑھ رہا ہے آج کی گھڑی میرا کام اچھا ہو جائے (عزت رہ جائے) بارات روانہ ہو رہی ہے شگن اچھا ہو، ہوا تو دھیمے چلنا برسات دھیمے برسنا بجلیاں دھیمے کڑکنا دولہے کا گھوڑا چمک رہا ہے۔

(۱۳)

بارات کا یہ گیت تمام رشتوں کے بھائی چارے کو بھی ظاہر کرتا ہے اور باہمی محبت کا ثبوت بھی ہے کہ قائم خانی معاشرے میں سب مل کر رہتے ہیں۔ اس میں گایا جا رہا ہے کہ جان (بارات) تیار ہے دادا کے لاڈلے کی اور باپ اس کی رونق بڑھا رہا ہے۔ اسی طرح تمام رشتوں کے نام لے کر گایا جاتا ہے۔

جانْ چڑھے دادا سا کا جوڑ بابو سا جان سدھار جی
جان چڑھے بابو سا کا جود بِرا سا جان سدھار سی
جان چڑھے دادا سا کا جود کاکا سا جان سدھار سی
جان چڑھے نانا سا کا جود ماما سا جان سدھار سی
جان چڑھے ساجنیہ کا جود جیجا سا جان سدھار سی [۳۳]

(۱۴)

دولہا کی سہرابندی کے موقع پر گائے جانے والے درج ذیل گیت میں زبان بہت سہل ہے اور ٹیپ کا مصرعہ ''بِنا سر سیورا'' سر بنانے کے لیے ہے۔

سہرابندی کے موقع پر گایا جانے والا گیت

یا کُنڑ گُوندھ لائی سَیُورَا　　یا کُنڑ لایا ہے باغ بِنا سِرُ سیورا
یا کُنڑ بیج بڑیائے کُنڑ گُونتھا ہے ہار　　بِنا سِرُ سیورا، بِنا سِرُ سیورا
اُڈّتی تو باندھی چڑکلیے لال لگے لکھُ چار　　سِر دَھر مالنڑ نی سر مالن مصر ہے آئی بِچلے چوک مَیھُں
لوگ مَیّاں یوی کھوئے اے یا مالڑی کی یا مالڑلن رِکت جاؤسے　　بِنا سِرُ سیورا، بِنا سِرُ سیورا
آئی بچلے چوک مھاں گاہک پھرُ پھرُ جا　　یاں کنڑ سِیورَا کا گاہک کی اے یا کنڑ کھرچ لدَائے
گھنڑاَ اَے لاڈلے کا بیاہ اے　　بِنا سِرُ سیورا، بِنا سِرُ سیورا

ترجمہ:　یہ کون سہرا گوندھ کر لایا۔ مالن نے سہرا گوندھا باغ سے لا کر پھول، اس پر اڑتی ہوئی لال پٹی لگائی اور چوک کے بیچ اسے بیچنے آئی سب گاہک آئے آخر دولہے کے بھائی نے خریدا دوسرے بھائی نے قیمت دے دی درمیان میں سے دولہا سہرا لے گیا۔

(۱۵)

بارات کے موقع پر گائے جانے والے اس گیت میں بھی بھائیوں کی محبت کی چاشنی گھلی ہوئی ہے

نُوں مَتْ جانیئے رَے بَنّہ اِیکلا
بَھائیاں کی جوڑی، تیرے ساتھ
بنہ لونگ بکھیریئے
لونگاں میں اُٹھّے رے مَہکار
بنہ پھول بکھیریئے [۳۴]

(۱۶)

چوں کہ یہ گیت قافیہ ردیف کی بندشوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ لہذا یہ گیت فنی اصولوں پر پورا نہیں اترتے مگر گانے والی دیہاتی خواتین ان کی لے اور آہنگ کا خیال رکھتی ہیں درج ذیل گیت ملاحظہ کریں جو دولہا کے گلے میں پھولوں کا ہار پہناتے وقت ''پھول مالا'' کا گیت گایا جاتا ہے:

پَلک رہی اَو چِلکَ رَہِی اَو پُھول مَالا　　او پھول مالا بَنڑَے کے گلے میں سَاجَے

اوبنّڑے تُو دادا سَا کا پیارا تھاری دادی سا اوپر واری او پھول مالا
اَو بنڑو تھارو بابا سَا کو پیاٗرو تھارِی مَاں سا اوپر واری او پھول مالا
پَلک رہی اَو چِلَکْ رَہِی اَو پُھول مَالا اِیسوَ مَہارَے لال گاگا سَا کا پیارا
گا ِکیّاں اُوپر واری سَا پُھول مالا او تو مھارے لال جِیجو سا کا پیارا
بائِی جِیٗ اُوپر واری سا او پھول مالا او تو مھارا لال ماما سا کا پیارا
مَامِی سَا اُوپر وَارِی سا او پھول مال پلک رہی چِلَکْ رہی چمک رہی پھول مالا ۳۵

(۱۷)

یہ لوک گیتوں کب لکھے گئے شاعر کون ہے؟ معلوم نہیں بس سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ان گیتوں کا سفر جاری رہا ہے اس طرح یہ لوک گیت صدیوں پرانی قائم خانی بولی اور اس کی تہذیب کے سچے محافظ ہیں جس طرح کہ قائم خانی تہذیب میں شادی کی رسومات بہت دھوم دھام سے ادا کی جاتی تھیں اکثر شادی کی بارات دوسرے دیہاتوں سے آتی تھیں اور کئی دن تک انھیں ٹھہرایا جاتا تھا اس مقصد کے لیے برأت کے قیام کے لیے جہاں انتظام کیا جاتا تھا وہ ''ڈیرا'' کہلاتی تھی۔ ''ڈیرا'' دیکھنے کے لیے خواتین خصوصاً لڑکیاں بہت متمنی ہوتی ہیں شوخ اور چنچل لڑکیاں ''ڈیرا'' دیکھنے جاتی تو گیت گاتی جاتی تھیں جس سے راہ گیر سمجھ جاتے تھے یہ عورتیں ''دولہے'' کو دیکھنے جارہی ہیں

گیت

جَلاَ رَے مَھے تو تَھارُ وڈَیرا دیکھَن آئی رَے جَلاَلْ جلا رے مھے تو تھارو ڈیرا دیکھن آئی رے جلال
جلا رے مھے تو راج راڈیرا دیکھن آئی رے جلال جلا جی دیکھی تھارے ڈیرے کی چترائی او جلال
جلا رے راجان مائیلو راج بھلورا ٹھوری او جلال جلا رانیاں مَائیلی رانی بَھلِی بھاٹیانی رے جلال
جلارے چھنٹیاں مَائیلی چھینٹ بَھلِی مُلتان اَوجَلاَلْ جلارے رُپیاں مَائیلی رُپیو بَھلوِ بیچے سَاہی رے اوجلال
جلارے راتوں دھن ری آں کُھنڈلی بھلو بیچے ساہی رے اوجلال جلارے راتوں دھن ری آں کھنڈلی فاروقی رے اوجلال
جلارے تھے تو مھاری سَاڑی نی پُوچھی رے اوجلال جلارے مھیئں تو تھاراں ڈیرانرکھن آئی رے اوجلال ۳۶

مفہوم: اے دولہے۔ ہم تمھارا ڈیرا دیکھنے آئے ہیں۔ تمھارے ڈیرے کی چترائی بہت دیکھی ہے تم بتاؤ راجیوں میں کون سا راجیہ اچھا ہے؟ شہروں میں کون سا شہرا چھا ہے؟ رانیوں میں کون سی رانی اچھی ہے؟ اور چھینٹوں (کپڑے کی ایک قسم) کون سی چھینٹ اچھی ہے؟ اور روپیوں میں کون سا روپیا اچھا ہے؟ آخر میں کہتی ہیں اے دولہا تم نے اب تک ہماری ساڑی نہیں دیکھی بتاؤ ہم نے کون سی ساڑی پہن رکھی ہے؟ یہ گیت اس وقت کا ہے۔ راٹھوڑی راج مشہور تھا اور بھاٹیوں کی رانی سب سے اچھی تھی ایک کپڑا

ملتانی چھینٹ عورتیں بہت پسند کرتی تھیں اور جودھپور کے راجا وجے سنگھ کے سکہ کی قیمت بڑی تھی جسے بیجے شاہی روپیہ کہا جاتا تھا۔

(۱۸)

روایتوں کے ذریعے زندہ رہنے والے یہ گیت آج بھی زندہ ہیں کیوں کہ ان کو گانے والی خواتین اپنی تہذیب واقدار سے محبت کرتی ہیں ایسا ہی شادی کے گھر میں خوشی کے ماحول کا ساتھ دیتا یہ گیت جس کا عنوان ''چیل گاڑی'' ہے۔ یہ سادگی بھرا گیت ملاحظہ کیجیے ۳۷:

چیل گاڑی

بَنڑَے کی دادیاں ساھزادی
گُڑ بانٹتی نے لے گئی چیل گاڑی
واہ رَے ڈَرَئیوَر تھاری چھاتی
نہ اَسمانَ نہ جَمیُن، اَدھ بیچ میں چَلائے رَے چیل گاڑی

بَنڑَے کی دادیاں ساھزادی
لاڈُو بانٹتی نے لے گئی چیل گاڑی
واہ رَے ڈَرَئیوَر تھاری چھاتی
نہ اسمان نہ جمین، ادھ بیچ میں چلائے رے چیل گاڑی

بَنڑَے کی بَھانڑَراں سائزادی
آَرتی کَرتی نَے لے گئی چیل گاڑی
واہ رے ڈریور تھاری چھاتی
نہ اسمان نہ جمین، ادھ بیچ میں چلائے رے چیل گاڑی ۳۸

(۱۹)

شادی کا گیت

(بھابھی دیور کی شادی میں گاتی ہے)

بھابھی: صَافَہ مَلَا دُوں دیور جِی سَوا لاکھ کا جی
ہاں جی مَھارا دیور اِک بَار بَاندھ دِکھا دو جی

دیور: صافہ تو بھابھی میرا بِیرا بَاندھ سی جی
ہاں میری بھابھی بیرے کا ہے سَخَت مجَاج
بَھری کَچہری میں لَے لَے مِیُرا مَاجِتا
شَالُوڑَا مُولا دُوں گھنےّ مَول کا جی
ہاں میری بھابھی اک بار اُوڑھ دکھا دو جی

بھابھی: تھوڑا سا دِناں کا دیور جی جَگ میں جِیوڑَاں
شَالُو ڑَا تو میری دُورَانی اُوڈھ سی جی
ہاں مھاروں دیور دورانی کا کَرڈ ڑَاں مجاج
دِیُر چھٹِانیاں میں لَے لَے مُھارا مَاجتا
تھوڑا سا دِناں کا دیور جی جگ میں جیوڑاں

(۲۰)

درج ذیل گیت میں بھی ٹیپ کا مصرعہ ہے جس کا کوئی خاص مفہوم نہیں ہے مگر گیت گانے میں اچھا لگتا ہے:

دیورانی کی طرف سے جٹھانی کے لیے گیت

جَیُٹھ کے چُوبارے اُوپر بَادِلی بِیُراَں   جَیُٹھ کے جِیُٹھَانی لاڈلی جیُراں
جُھکَالی رانی بَادِلی جیراں کَہ سُتّی(سوتی) برفی کھا
جھکالی رانی بادلی جیراں ،جیٹھ کے چوبارے اُوپر بادلی بَیراں
جیٹھ کے جیٹھانی لاڈلی جیراں   اِک دن برفی نہ ملی جیراں
جیئں رُوسی رُوسی پِیُہریے نے جا سُسَّرا جِی مَناون جا
جھکالی رانی بادلی جیراں ،جیٹھ کے چوبارے اُوپر بادلی بیراں
تِھارِی مَنائی سسرا ، نہ منوں جیراں   جیٹھ کے جیٹھانی لاڈلی جیراں
بَھیجُوں بھیجو بڈُلَا پُوٹ دیور جی مناون جا،
جھکالی رانی بادلی جیراں ،جیٹھ کے چوبارے اُوپر بادلی بیراں
جیٹھ کے جیٹھانی لاڈلی جیراں   تھاری منائی دیور نہ منو جیراں

جے ٹھیجو ٹھیجو مُو ٹیڑاَ ٹیِر صاحب مَناوَنْ جا

جھکالی رانی بادلی جیراں ،جیٹھ کے چوبارے اُوپر بادلی بیراں

جیٹھ کے جیٹھانی لاڈلی جیراں لِی لاَسا گھوڑا ہَنڈ سِڑاں جیراں

جاَلْ کی تو توڑِی سُوٹھُ کی جیراں آدھے رستے میں سُڑڑاَ لا

جھکالی رانی بادلی جیراں ،جیٹھ کے چوبارے اُوپر بادلی بیراں

اَو جُوں اَیْں نہ جاَوَں صاحب روٹھے جیراں اَو جُوں نہ اُسو جاوَ مھارے پِیُراں

تھاری تو کھاسا باجری جیراں تھاری تو بَجاوَ حاجری جیراں

جھکالی رانی بادلی جیراں ،جیٹھ کے چوبارے اُوپر بادلی بیراں

(۲۱)

شوخ اور چنچل گیتوں کی یہ مالا شادی بیاہ کے موقع پر خوب جچتی ہے اسی ہنسی مذاق میں ''نند'' کی شادی پر اس کی بھابھی پر طنز کیا جاتا کہ جب شادی کے بعد نند کا شوہر ''نندوئی'' اسے لینے آئے گا تو بھابھی کس طرح ہر بات بہانے بنا کر اسے تنگ کرے گی۔

''نندوئی سا''

گھنڑے دِناں سُوں آیا او جی نندوئی سَا

گھنڑے دناں سئیں آیا پاَوَ نا

حیدرآباد سُوں آیا اُوجی سَالا ہیلی ٹنڈے کرے اے مقام اُوجی نندوئی سا

مھارے کوٹھرے مُھیں بیٹھنا دے دیتی مھارے کوٹھرے میئں لگ گیا اے تالا نندوئی سا

گھنڑے دناں سوں آیا او جی نندوئی سا

تنَے کڈھی او پھلکا پَو دیتی مھاری پڑوسن نَے کھالِی نِی چھاج نندوئی سا

تنَے گوشتْ پُوری پَو دیتی مھاری مارکیٹ میں لاگ ری ہڑتال نندوئی سا

گھنڑے دناں سوں آیا او جی نندوئی سا

تنے چاوَلاں گا بھات رَندا دیتی مھارے رَسوِیاں کے لاگ رَا اَے لیٹو نندوئی سا

تنے رُوپیّہ سَلامَ گا دَے دیتی تھارے سالے نے بھیجا نہیں کھرچ نندوئی سا

گھنڑے دناں سوں آیا او جی نندوئی سا

تنے گاڈِی جوڑ کھلاَّ دیتی مھارے بَابُوڑے کی مَر گئی رَانڈ نندوئی سا

تنے موٹر جوڑ کھلا دیتی مھارے ڈَرَیوریے کے چِلْماَ اَے پُوت نندوئی سا
گھنڑے دناں سوں آیا او جی نندوئی سا
مھاری بائی جی نے ساتھ تیرے کر دیتی مھاری بائی جی کا کڑا سواپ نندوئی سا
تھیٗں تو آئے اُو سے اِئی چلے جاوٗ گے مھارا رَستے میٗں چنے کا اَے کھیت
گھنڑے دناں سو ں آیا او جی نندوئی سا
تھام پھاکا چنے کا مت مار لییو مھاری پڑوسن کا اُوں میٗں اِئی اَے بیَر نندوئی سا
گھنڑے دِناں سُوں آیا اَو جی نندوئی سَا
گھنڑے دناں سئیں آیا پاوٗ نا

(۲۲)

چھوٹے دیور کو ہنسانے کے لیے بڑی بھابھی کھٹمل کا گیت گاتی ہے:

''کھٹمل''

اَچھّا مَھارَا کھٹمل، پیارا مھارا لٹوا زَرَائی دَیوَرِیاَ نے سُوپاَ دے
اِچھا مھارا کھٹمل، پیار مھارا لٹوا کھٹمل چڈھ گیا کھڑکی
مھارا دیور مارے کھلکلی اَچھا مھارا کھٹمل، پیارا مھارا لٹوا
اِب کے پیِپرَیے نَے جاوٗں رَے کھٹمل تیرے کُرتا ، ٹوپی لاوٗں رے کھٹمل
اَچھا مھارا کھٹمل، پیارا مھارا لٹوا مھاری تھالی میھں اَے بتاشَا
مھارادیور کرے اَے تماشا اَچھا مھارا کھٹمل، پیارا مھارا لٹوا

(۲۳)

ان گیتوں میں کبھی کبھی تخیل کی شوخی مشاہدہ کی جگہ لے لیتی ہےاور چھوٹے دیوراور بھابھی کا رشتہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ جہاں چھیڑ چھاڑ اورفرمائش کرنا، روٹھنا، منانا چلتا ہی رہتا ہےاس گیت میں بھابھی کا دل سانگری کھانے کو چاہ رہا ہےاور وہ دیور سے فرمائش کرتی ہے مگر دیور بھی شوخی میں کہتا ہے پہلے میرے کپڑے دھو کر دواور بھابھی ہاتھ کے نازک پن کا بہانہ بناتی ہے تو دیور بھی کانٹوں کا بہانہ بنا کر حساب برابر کردیتا ہے۔

''سانگریا''

بہو: سَاسُو اَے مَنّے سانگریا کا چاؤ
اَو جی اَولائے چکھاؤ بَن کی سانگری مھاری جان
ساسو: تنّے کیئں مِس بَھاوے بَن کی سانگری مھاری جان
تھارے دیوریے نے اُورے اِئی بُلاؤ
تنّے لاؤ ے چکھائے بن کی سانگری مھاری جان
بہو: دیور رے منے سانگریا کاچاؤ او جی او
دَوئی چکھاؤ بن کی سانگری مھاری جان
دیور: بھابھی اے مھاری دھوتی دھوئے سکھائے
مئیں تنے لائے چکھاؤں بن کی سانگری
بہو:(بھابھی) دیور رے تیری دھوتی پَرے نے بَھگا
پتّلے مُرچے مھیں جَھٹکا لاگ جَا مھاری جان
دیور: بھابھی اے تیری سانگری پرے نے بھگا
مھاری گوری گردن میں کانٹا لاگ جاگا

(۲۴)

جوگیت سسرال میں گائے جاتے ہیں وہ میکے والے گیتوں سے کچھ مختلف ہوتے ہیں''ودائی''(رخصتی) کے گیت بہت پردرد ہوتے ہیں۔بیٹی کورخصت کرتے وقت ماں باپ اعزاواقربا کا جوحال ہوتا ہے وہ نا قابل بیان ہے۔رخصتی کے وقت جودردانگیز گیت گائے جاتے ہیں ان کوسن کر''سنگ دل'' بھی روپڑتے ہیں۔رخصتی کے اس گیت میں لڑکی کی نسبت کوئل سے دے کرکی گئی ہے۔

وَنڑ(وں ڑ) کاں کی اَے کوئل ونڑ کاں چھوڈ کَٹھّنے چالی
تھاری آلا دیوالا گڈیاں دَھری ونڑ کاں کی اے کوئل
ونڑ کاں چھوڈ کٹھنے چالی تھاری ساتھ سَھلیّاں اَن مٹی
تھاری ماؤ جی تھارے بِنَ اَن منڑی تھاری چھوٹی بھانڑ رووے ایکلی
ونڑ کاں کی اے کوئل ونڑ کاں چھوڑ کٹھنے چالی
تھارے بیر و سا پھرے سے ان منڑا بِلکُھت تھاِری بھاوَجڑی

ونڑ کاں کی اے کوئل ونڑ کاں چھوڑ کٹھنے چالی ۳۹؎

(۲۵)

لڑکی کے میکے سے رخصت ہوتے ہوئے جو جذبات ہیں ان کو گیت میں ڈھالا گیا ہے۔ جس میں وہ کہتی ہے کہ میرے سسرال والے ڈولی میں بٹھا کر لے جا رہے ہیں میرے ماں باپ کے گھر دو چار دن کھیل لیا۔

آیو سَگاَّ جِی کا سَاونڑا لے گیو ڈَولی ماں سُوں ڈال

کوئل بائی سَڈُ چالیاں اولیوُ بابوسَا تھاں کا آنگڑا

کَھیُل لِیاَ دن چار اولیو ماؤں جی تھاں کا باٹکا

جُھیم لیا دن چار آیو سگا جی کا ساونڑا

(۲۶)

قائم خانی برادری کے افراد چوں کہ فوج کے شعبے کو ترجیح دیتے تھے تو لہٰذا پردیس (دوسرے ملک جانا) معمول تھا بعض اوقات کئی ماہ و سال بعد گھر لوٹتے تھے یہ گیت بھی ایک ایسی عورت کے دل کی آواز ہے جس کا شریک حیات چھٹی لے کر آیا تھا اور اب واپس جا رہا ہے ملاحظہ ہو:

مِلُ بیٹھ کراَنگے باتاں تھام یاد گھنڑ وائی آوَ گے

سامے پھر سے تھاری مورت تھیئں مانھیں یوں بھر ماوَ گے

تھیئں یاد گھنڑ وائی آوَ گے تھیئں یاد گھنڑ وائی آوَ گے

مِلُ بیٹھ کراَنگے باتاں تھام یاد گھنڑ وائی آوَ گے

سامے پھر سے تھاری مُورت تھیئں مانھیں یوں بَھر ماوَ گے

تھیئں یاد گھنڑ ےائی آوَ گے تھیئں یاد گھنڑ وائی آوَ گے

(۲۷)

قائم خانی تہذیب میں عورت اپنے شوہر کی بہت عزت کرتی ہے اس کے لیے سب کچھ ''سر کا تاج'' ہی ہوتا ہے۔ شاید اس لیے ہی راجپوتوں میں مسلمان ہونے سے قبل ''ستی کی رسم'' رائج تھی، اس احترام کی بدولت وہ اپنے شوہر پر فخر کرتی ہے یہ گیت بھی ایسے ہی جذبات کا عکاس ہے اور شادی پر بھی گایا جاتا ہے۔

سردار بنّا جی ھاتی تھیئں لا جیُوں ہے کجَلی دَیس کا

امرُ اوَ بنّا جی گھوڑلا تھیئں لاجیوں ہے کھرساری دلیس کا

سردار بنّا جی ساوریو جھلکُو اَو آبھا بیجلِی

امرُ اوَ بنّا جی سَونا تھیئں لاجیوں ہے لنکا گڑھ دلیس کا

اَمرٔ اَوَ بَنّا جی روپو تھیئں لاجیو اَو اُجل پور دیس کا ۴۰؎

ترجمہ: اے سردار (شوہر بنا جی (دولہا) آپ ہاتھی کجلی ملک سے لانا اے امراؤ (شوہر) آپ گھوڑے کھرساری یا (خراساں) ملک سے لانا سردار آپ کے سر کا صافہ آسمان کے بجلی کی طرح چمکتا ہے آپ سونا سری لنکا سے اور روپے، چاندی اجل پور ملک سے لانا۔

(۲۸)

یہ بہت درد انگریز گیت ہے بل کہ ایک غریب مصیبت زدہ عورت کا دکھ بھرا افسانہ ہے اپنے ''میکے'' سے دور ایک عورت پرانے دن یاد کرتی ہے اور گیت کے ذریعے اپنے سہیلیوں کو درد سناتی ہے کہ یہ کیسی البیلی پہیلی ہے جو آج تک کوئی بوجھ نہ سکا جس بیٹی کو ماں باپ پیار سے پالتے ہیں۔ پھر ''پرائی'' کیوں کر دیتے ہیں:

سُن رِی سَکھّی سُن رِی سہیلی مھاری یا البیلی پہیلی
مھاری اَلبیلی پہیلی سن ری ساتھن سن ری سہیلی
ماں بابو سا لاڈ سُوں پالا مھانے سمجھا گھراں کا اُجالا
جو مھانے کچھ سمجھ جیئں آئی تب جا ٹھیری مھاری سَگّائی
آون لاگی نائن نائی کوئی لیے روپیو کو مھیئں ڈھیلی
ساسرے کے لوگ آئے مھارے ڈھول دمامے باجے گھنیرے
آئے براتی سب رنگ کے لوگ کُٹم سب ہنس ہنس کے
لے کے چالے ساتھ مھیئں انیڑے اِب مھیئں نائیں بَس کی انیڑے
سکھی ساجن کے ساتھ مھیئں اِسی گئی پھیر اُت رہی مھیئں
ساسو مھانے سَوئی سنادے بائی جی بیٹھی بات بناوے
کے مھیئں کروں کچھ سمجھ نہ آوے جیسی پڑی مھیئں اُوسی جھیلی
جی گھبراوے رَووِئے اَنکھیاں کِت گئی سب سَنگ کی سَکھیاں
شُوکُ رنگ گُڈیاں تاکُ مھیئں رکھی اِب نہ وا گھر نہ وا ہَویلی
سن ری سکھی ، سن ری سہیلی مھاری یا البیلی، پہیلی ۴۱؎

ترجمہ: اے میری سہیلی مجھے ماں باپ نے لاڈ سے پالا گھر کا اجالا سمجھا میں سمجھ دار ہوئی تو باجے ڈھول بجاتے سسرال والے آ کر مجھے لے گئے جب شوہر کے گھر گئی تو وہیں کی ہو کر رہ گئی نند ساس سو باتیں سناتی ہے۔ میں نے سب کچھ برداشت کیا۔ دل گھبراتا ہے آنکھیں روتی ہیں ساتھ کی سہیلیاں کہاں ہیں شوخ رنگ گڑیاں طاق میں رکھی ہیں اب نہ وہ گھر نہ وہ حویلی۔

(۲۹)

قائم خانی سماج میں ''بیٹی'' کو بہت احترام اور پیار دیا جاتا ہے۔ یہ مختصر گیت لڑکی کے باپ کے دل سے خود نکلنے والی آواز ہے۔ یہ دستور زمانہ ہے کہ بیٹی بن بیاہی گھر بیٹھے تو بھی فکر رہتی ہے اور جب وہ سسرال رخصت ہوتی ہے تب بھی، یہ دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ''باپ'' کے جذبات کا اظہار ہے۔

اے ری لاڈو مھاری دھیوڑی   مھاں تھانے پوچھوں مھاری بالکی
اِیسے بابوسا کو گھر چھوڑ کے   کِت چالی کھٹنے چالی مھاں تھانے پوچھوں مھاری بالکی
جیاں بن کی کوئلیا   اُڈ باگاں ماں چالی مھاں تھانے پوچھوں مھاری بالکی
چالی لے مھیئں گھر چھوڑ کے   ساسرے نے چالی بابا سا [۴۲]

(۳۰)

یہ ٹوٹی پھوٹی شاعری سہی مگر حقائق کی ترجمانی کو اگر ہم شاعری کہیں تو یہ بھی نیچرل شاعری ہے۔ ایسی عورتیں جو شاعرہ نہیں ہیں۔ کس خوب صورتی سے حقیقت بتا رہی ہیں:

دن تو سونا سورج بِن رات چندا بن رے   پیہر سونا ماں بِن ساسرا سردار بِن رے
بھری گھٹریا گُنڑ باندھے ماں بِن رے   ساسرے مھیئں گے سکھ سردار بِن رے

(جس طرح سورج کے بغیر دن اور چاند کے بغیر رات سونی ہوتی ہے اسی طرح ماں کے بغیر میکہ اور شوہر ے بغیر سسرال سونا ہوتا ہے۔ ماں نہ ہو تو میکے سے بھاری گھٹری کون باندھ کر دے گا۔ شوہر نہ ہو تو سسرال میں سکھ کون دے گا)

(۳۱)

جو گیت میکے میں گائے جاتے ہیں وہ سسرال والے گیتوں سے کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ جس طرح ''رخصتی'' کے گیت بہت پُر درد ہوتے ہیں۔ اور جو گیت سسرال میں گائے جاتے ہیں ان میں خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

رخصتی کا گیت

آج بابوسا سیئں کَرسُوں رُسنڑا   آج مھارے بابوسا سیئں کَرسُوں رُسنڑا
بابوسا کیوں کری پرائی پردیس   کانئیے کروں مھاری دھیوڑی
تھاں کا لِیکھ لِکھاَ پردیس   او مھاری رائے رانی چڑ ملی

آج مھیئں مھارے کا کا سا سیئں کرسو رُسنڑا کانیئے کروں مھاری دَھیوڑی ۴۳

(اسی طرح ہر رشتے کا نام لے کر گایا جائے گا)

(۳۲)

قائم خانی سماج میں شادی کی رسومات میں سے ایک رسم یہ ہے کہ: دلہن کے رخصت ہو کر سسرال آنے سے کچھ دیر پہلے دولہا کے گھر ایک رسم ''ٹونٹیا'' ہوتی ہے۔ اس میں دو گھڑے (مٹکے) لے کر مردانہ لباس زیب تن کیے ایک عورت بیٹا بن کر گھڑے کے اوپر منہ کر کے بولتی ہے۔ اے ماں، میری شادی کر دو ورنہ دولہا کی دادی کو لے کر چلا جاؤں گا۔ دوسری عورت ماں کا کردار نبھاتے ہوئے دوسرے گھڑے کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر اور دوسری عورتوں کی برائی بتا کر شادی کرنے سے روکتی ہے

ٹونٹیا

اے ماں مَھارا بیاہ کر دے نی تو بنڑا کی دادی سانے لے کے بھاگ جوں گا
اے وا تو بُوڈِھی گھنی رے مھارا لال، نی مھارا بانورَیا
اے ماں مھارا بیاہ کردے نی تو بنڑا کی مامی سانے لے کے بھاگ جوں گا
اے باں کی بیٹیاں لڑے رے مھارا لال، نی مھارا بانوریا
اے ماں مھارا بیاہ کر دے، نی تو مھیئں بھابھی سانے لے کے بھاگ جوں گا
اے تھاری بھابھی سادس نمبری، تھانے نے رَاکھے کونی رے مَھارا لال، نی مھارا بانوریا ۴۴

(۳۳)

شادی کے موقع پر گایا جانے والا یہ گیت دولہا کے گھر گایا جاتا ہے اس میں دلہن کی آمد کے بعد اس کے نخرے اور الگ گھر کی فرمائش کا حال سنا کر ساس کو بتایا جاتا ہے کہ دلہن تو آتے ہی الگ گھر کی فرمائش کرے گی۔

نیارا ہونا (الگ ہونا)

مھاری بنڑی چھِلاَ مار توُں اور گھر مانگ مھیئں توں کھوٹھا نھیں لیئو ساں
مھیئں مھارا نیارا لے سان بانْ تون تے گن الا سُسرا مانگ
تون تے نوکری الا جیٹھ سا مانگ تون تے بالکڑی بینڑو مانگ
توں تے چھوٹیا سا دیور مانگ نا کھرْ کاوَ نہ بھڑ کاوَ، ساسو، بھئو مھیئں ہوئی لڑائی ۴۵

(۳۴)

ایک اور نیارا (الگ گھر) ہونے کا گیت اس میں قائم خانی بولی کے ساتھ ساتھ ہریانوی زبان کی آمیزش بھی ہے جیسے ساسڑ، بےڈھنگی، بیرن، پاوری وغیرہ۔

بہو: کے سَاسَڑ تیں اَٹکے مٹکے، کے مٹکاوے کُولہاَ — بَہَل مَیں سَے اُتروں گی جد، نِیَارَا دَھرُ دے چولہا

مجھ بے ڈھنگی میں ڈھنگ کونی گھر میں بیرنَ ساس — پی پیَارے سے رَس کونی کیسے ہَووے گھر بَاسی

ساس بتاوے پَاولی اَر نانَدُ لگاوے دُکھ — کِسۓ تو پیا سُدھ کرونی میری کَنی نہ مکھ ۴۶؎

(۳۵)

ان لوک گیتوں میں شوخی اور کھلکھلاہٹیں ہوتی ہیں خوشی کی ترنگ میں اناپ شناپ لفظ بولے جاتے ہیں۔ساس اور بہو کا رشتہ بہت احترام اور شفقت بھرا ہوتا ہے مگر کہیں کہیں ساس کے دل میں موجود یہ کھٹک کہ آنے والی بہو اُس کے بیٹے کو دور نہ لے جائے موجود ہوتی ہے لہذا وہ بیٹے کو مشورہ دیتی ہے کہ سمجھ داری سے کام لینا۔اِدھر بہو سمجھتی ہے کہ اب ساس کا ''راج'' ختم ہونے کا وقت آ گیا ہے اور شوہر کو اپنے ''بس'' میں کرنا ہے۔

دلہن جب رخصت ہو کر سسرال آتی ہے تب یہ گیت گایا جاتا ہے

ساس: تھاری گوری گوری پِنڈلی اَے بھو، کالی جراب — وا ٹک ٹک محلاں چڑھ گی اے بیٹا کر کے گمان

وا تو ڈَھاۓ کھٹّولا پڑ گئی رے بیٹا مُنکھ پہ رومال — وا پُروا بَچھوا چالی رے بیٹا اُڑ گیا رومال

تو سوچ سمجھ کر چڑھیے رے بیٹا بھو اے نادان — اوپر سے نیچے پٹکے رے بیٹا ھو جا نُکسان

گوڈے کی ڈھکنی ٹوٹے رے بیٹا چو کھے کے دانت — تھاری گوری گوری پنڈلی اَے بھو، کالی جراب

بہو: مھاری گوری گوری پنڈلی اے ساسڑ، کالی جراب — مھیئں ٹک ٹک محلاں چڑھ گی اے ساسڑ کر کے گمان

تو کھٹّی لسی پیٖاۓٖ اَے سَاسَڑ رہ گیا نادان — تو دس دن پیہرَ بِکْ جا اے ساسڑ کر دوں جوان

کوٹھی کی چابی دے جا اے ساسڑ مُٹھی کے دام — مھیئں سو کا دودھ منگایا اے ساسڑ پچیس کی کھانڈ

مھیئں دو دن گھول پلایا اے ساسڑ ہو گیا جوان — مھاری گوری گوری پنڈلی اے ساسڑ، کالی جراب

(۳۶)

ان گیتوں میں جو درد اور بے ساختگی ہے وہ جنگلی پھولوں کی طرح فطرت کی خوراک پر زندہ ہے۔یہ شاعری کی بلندی کو تو نہیں چھو سکتی مگر دل سے نکلی آواز دل پر بھی اثر کرتی ہے، سسرال جانے کا سن کر ''لڑکی'' اپنا درد ماں سے کہتی ہے۔

سَاسَرے کا جانا اَے بَے بَے، چُھٹ گا پِینا کھانا اے بے بے

جَئیں کا بَالَم یَا نَا اے بے بے، گُھونگھٹے کے مَانہہ روؤے جا

دیور دکھاوے ٹھوسا اے بے بے، آلا ایندھن گوسا اے بے بے

جِی نے ہو گا راسا اے بے بے، کد تک روٹی پویاں جا

میرے درداٹھے دھڑ میں اے بے بے، تائیں پَتیس جڑ میں اے بے بے

ہانڈوں پھروں بگڑ میں اے بے بے، بولاں کے سِیل چُھبویاں جا

ساسرے کا جانا اے بے بے، چھٹ گا پینا کھانا اے بے بے

جیئں کا بالم یا نا اے بے بے، گھونگھٹے کے مانہہ روؤے جا ۴۷

(اس گیت میں بھی ''ہریانوی'' رنگ چھلکتا ہے جیسے بے بے، چُھٹ، بالم، ٹھوسا وغیرہ یہ قائم خانی بولی پر ہریانوی بولی کے اثر کو بھی ظاہر کرتا ہے۔)

(۳۷)

شادی زندگی کا لازمی جز ہے یہ تقریب دنیا کی مختلف قوموں میں اپنے مخصوص کلچر، روایات اور رسم و رواج کے مطابق منائی جاتی ہے۔ مہذب ممالک میں تعلیم و تہذیب کی برکات سے اس میں طرفین کی رضامندی اور رغبت کا خصوصی طور پر خیال رکھا جاتا ہے شادی سے پہلے ایک دوسرے کو سمجھنے اور پرکھنے کی سہولتیں حاصل ہوتی ہیں اس لیے وہاں کے تاثرات خوش گوار مرتب ہوتے ہیں لیکن پسماندہ قوموں میں اس کا حقیقی مفہوم مسخ ہو کر رہ گیا ہے وہاں بے جا قیود اور ناجائز دباؤ کی وجہ سے یہ دوامی رشتہ عموماً ناپائیدار اور ناخوشگوار ثابت ہوتا ہے۔ قائم خانی برادری بھی اپنی تمام تر خوبیوں کے باوصف قدامت پرست اور پسماندہ رہی۔ چنانچہ شادی کے سلسلے میں لڑکی کی مرضی تو درکنار لڑکوں سے بھی نہیں پوچھا جاتا تھا اس پر شادی سے پہلے دیکھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا گو کہ اب ایسا ہر جگہ نہیں ہے اور کئی خاندان تعلیم یافتہ اور باشعور ہونے کے باعث اپنے بچوں کی مرضی کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ درج ذیل گیت بھی ایک ایسے سانحے کو بیان کرتا ہے جس میں ''دلہن'' اپنے شوہر کی پسند نہیں بن سکی اور یوں جان سے چلی گئی۔

قائم خانی لوک گیتوں میں جہاں خوشی کا رنگ ہے وہاں بے چین روحوں اور ناآسودہ جذبوں کی ایک ایسی المیہ داستان بھی ہے جو ٹھکرائی ہوئی عورت کی روح کی پکار اور دل کی آواز ہے عورت کے گورے اور کالے رنگ کا تصور قائم خانی معاشرے میں بھی موجود ہے اود ''دلہن'' لاتے وقت ''حُسن'' کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اگر کسی کی بیوی ''سانولی'' یا ''کالی'' ہو تو اکثر مزاج دار شوہر کے دل کو نہیں بھاتی اور احساس کمتری کا شکار ''بیوی'' اپنے ہی غصے کی آگ میں جل کر مر جاتی ہے۔

بارہ برس سے پِیَّا گھر آیا ہرا ہرا بَاگاں اُترا اے

دس دن باگاں، دس دن مَحلّاں دس دن رَستے مھیئں لاگ گئے جی

ماں سے بولا بَھانڑ سئیں بولا
لے بِنٹاَ وا ٹوکری ٹک ٹک محلاں چَڑھ گیّا رے
ہات رَکبی دودھ جلیبی پیٹھ موڑ کے سوگیا اے
نہ تو مھاری بھانڑ بھتیجی نہ تو ماں کی جائی اے
ہات رَکبی دودھ جلیبی ٹک ٹک محلاں اُترائی اے
رستے مھیئں مل گی ساسڑ مھاری
تَھامُ کھاوَ تھارے بیٹے نے ِکھلاوَ
لے گڑھیا مھیئں پنگھٹ پہنچی
نگاہ کر اُونکھ چُونکھ
جان ٹکاسی گھودِی اے
کہ تُو مارِی کہ تو کُوٹی
نہ مھیئں ماری نہ مھیئں کوٹی
کُونڑے میں بڑکے رَوُوَن لاَ گا
مَنَّے پھکیرِی دَے گئی اے
چاند سی سُورت پرُناَ دُوں گی
کالی نارُ مَت لاَئیو رَے

مھارے سئیں نی بولا اَے
ہات رَکبی دودھ جلیبی ٹک ٹک محلاں چڑھ گئی او
کے مھیئں تیری بھانڑ، بھتیجی، کے تیری ماں کی جائےاے
تو تو اے رنگ کی سانولی دائے میرے نہ آئی رے
پان سِر پِیسا پاَن سِیر پونیا لے گڑھیا پنگھٹ پہ گئی
اے بھوا ے تو روٹی کھالے پھیر پنگھٹ جائی اے
بَاسیُ پُوسی کتے اُووَ
جیٹھ جی کی نگاہ مھارے اندر اُوَ
جائے دُھمُکاَ کھائی اے
بھاگا بھاگا وَا بھائی کَن آیا
جائے دَھمُکاَ کھایا اے
گُسا گھنڑُاَ اِئی کھا گیا اے
اَے چندا تو جَان سَیئں گَئیُ
مَاں بولی تو کیوں روَے بیٹا
ہَڑُ ہَڑُ وَا ہنُسَڑُ لاَ گا
گُسا گھنڑُاَ اَے کھا جا گا

(۳۸)

اُجل بتی

(بیوی شوہر کا گیت)

بیوی: ٹیوٹا گھڑا دو اَو مھارا مَان گُمانِی پِچُ مَاں جَڑُ وا دو ہیِرے لَعُلُ مھارا مان گمان پیچ ماں

شوہر: گَاہے کا گَھڑا دوں اے مھاری مان گمانی ٹکے کا نہ لاگا، رَوجُ گار اے مھاری مَان گُمانی

بیوی: رات بِت گے تھے او میرے مان گمانی — سَیجاں پہ اُڈی کی سارِی رات مان گمانی
شوہر: ساتھیڑا مانڑ گیا تھا اے مھاری مان گمانی — ساتھیڑے ہیں بڑے ہمجاد (ہمزاد) مھاری مان گمانی
بیوی: جھوٹ مت بولیے مھارے مان گمانی — جھوٹ کی تو آوے منّے آگ او مھارے مان گمانی
شوہر: بھائلی کے گیا تھا میں اے مھاری مان گمانی — میری اُجل بتی، بھائلی کے چڑھ گیا تاپ
بیوی: بھائلی تو مرکیوں نہ جا مھارے مان گمان — جان کی جلن مٹ جا مھارے مان گمانی
شوہر: تو کیوں نہ مر جا او مھاری مان گمانی — مھاری اُجل بتی سات بیراں کی اک بھانڑ
بیوی: بڑی دُھتکاری تو او مھارے مان گمانی — بیاوڑی کا بڑا مارا مان او مھارے مان گمانی

(۳۹)

گیت میں جذبات واحساسات خصوصاً ہجراور فراق کی کیفیت بڑے والہانہ انداز میں بیان کی جاتی ہے۔ گیت کا بنیادی مزاج عورت کے دل کی پکار ہے۔[۴۸] ملاحظہ کیجیے یہ گیت:

ہجر کا گیت

بھنوَر جی مھارا جِی دھڑکا رے — بھنور جی مھاری آنکھ پھڑکے رے
جی دھڑکے مھارا تھارے لیے رے — آنکھ پھڑکے مھاری تھارے لیے رے
تھاری راہوں تک تک ہاری رَے — جی میں تھاری باتاں ساری رے
جی میئں مھارے تھارِیاں باتاں رے — تھارے بِن بھنور جی سُونیاں اے راتاں رَے

(۴۰)

محبوب کے حسن کی تعریف

مہکی مہکی اُوں کی باتاں — اُوں کے روپ میں چھلِ مِلِ راتاں
اوں کی انکھیاں پریم سئیں بھریاں — جی میں اُوں کی یاداں دھریاں
پھلاّں جی سا اے پرچھاواں — گیت سدائی مھیئں اُوں کے گاواں

ان گیتوں کو بنانے والی عموماً ان پڑھ، گنوار عورتیں ہیں جو کچھ ان کے دل پر گزرتا ہے وہی ان کی زبان پر آ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قائم خانی معاشرے میں ہر رسم کے لیے گیت موجود ہیں۔ بیٹا ہونے کے بعد عورت زچگی کا وقت پورا کر کے چالیس روز بعد پیلے رنگ کے کپڑے زیب تن کر کے پیلا دوپٹہ اوڑھتی ہے جو کہ اس کے میکے سے آتا ہے اور اس کی ساس، نندوں، دیورانی اور جٹھانیوں میں اس کا مان (عزت) بڑھاتا ہے۔ اگر کوئی غریب گھرانے کی لڑکی ہو اور میکے والے اسے پیلا سوٹ نہ دے سکیں تو سُبکی (بے عزتی) سے بچنے کے لیے اپنے شوہر سے چپکے سے پیلا سوٹ منگوا کر یہی ظاہر کرتی ہے کہ یہ میکے سے آیا ہے۔ درج ذیل گیت اسی بات کا عکاس ہے۔

پیلا دوپٹہ

دِلی شہر سَئیں سُوندھی صَاحِباں پَوت منگا دو
جَچہ کا پَیلا رنگا دو سِیلا مَھارُو جی
پَلاّ تو پَلاّ سُوندھی صَاحِباں مُور پَپَیہا
بِیچ مھیئں چاند چھاپا دو سِیلا مھارو جی
پیلا تو اوڑھے مھاری جچہ جی پیڑھی پہ بیٹھی
سَاسُو نَانَدَ کُیوں مُکھڑَا مُوڑیا سِیلا مھارو جی
دَورُ جیٹھانی، مُکھڑَا مَوڑا سِیلا مھارو جی
تَھئیں کیوں اے ساسو جی مکھڑا موڑیا
پیلا تو مھارے پِیہر سئیں ایّا سِیلا مھارو جی
دَوَر جِٹھانڑیوں کیوں مکھڑا موڑیا پَیلا تو مھاری ماں کا جایا لایا
ساس: کَدُتو بہو پِیہوُریَا پَدُھارِیا کَدُتھاری ماں کا جایا لایا
بہو: مھاری ساسو جی کہوں سَانُچَا پیلا تو مھارا بھنور جی رنگایا

(اب شوہر کی طرف گایا جاتا ہے)

پیلا تو اُوڑھے مھاری جچہ مَحلاں پَدھاری
کُنڑُ مِیرَاثی نَجَر لگائی
انکھاں نے چُوگے ، منہ سئیں نہ بولے مھاری جچہ رانی

بَچہ کا راجن بلکھا ڈولے سَیلا مھارو جی
جھاڑا تو جھاڑا سوندھی صاحباں رَوُکْ رُوپیہ
دلی اے سَہُر سوندھی صاحباں وَیُد بُلایا
اور مھاری بَچہ کا ہاتھ دکھایا ویدی جی بولا لوں گا روک روپیہ
بَچہ کی گُل رنگ ساڑھی سَیُلا مُھارُو جی

(اب نقد روپے کا نام سن کر زچہ خود ہی کہتی ہے)

تُوں تو اے وید کا بیٹا بڑا اے ڈھَگُورا
مھیں مھارے ساجن کا من لُوں تھی سیلا مھارو جی
بول پیا تنے پیاری لاگوں کہ دوُ پیَارِی رے

(اب شوہر کہتا ہے)

پہلے تھی گوری تو مَنّے پیاری جَلْمَا ہَوْلَرُ پُوت
اِب تو توں مَنّے اور بھی پیاری سیلا مھارو جی

(۴۲)

کسی بھی خطے کے لوک گیت وہاں کے باسیوں کی ریتوں، رسموں، دکھوں، سکھوں، عقیدوں، محبتوں، محرومیوں اور ایسی خواہشوں جو کبھی پوری نہ ہو سکیں کا اجتماعی اظہار ہوتے ہیں۔ قائم خانی رسومات کے حوالے سے معروف یہ گیت ایک ایسا آئینہ ہے جس میں دیہی زندگی اور گاؤں کی تہذیب کے چہرے مختلف روپ میں دکھائی دیتے ہیں۔ درج ذیل گیت ''گھوگھری'' بھی ایک رسم سے تعلق رکھتا ہے کہ جب بھائی کے گھر پہلا بیٹا پیدا ہوتا ہے تو بہن بھاوج کو ''گھوگھری'' بھیجتی ہے جس میں اُبلا ہوا اناج (گندم) اور مٹھائی ہوتی ہے اور پھر اس کی بھابی یہ گھوگھری نائی کو بلا کر سب رشتہ داروں میں تقسیم کرتی ہے یہ محبت کے رشتے کبھی کبھی نفرت میں بھی بدل جاتے ہیں ایسے میں ''نند'' کے گھر سے آئی ''گھوگھری'' تند مزاج بھاوج سب کے گھر تقسیم کرواتی ہے اور نائی کو تاکید کرتی ہے کہ اُسی ''نند'' کے گھر پر ہرگز مت دینا۔ یہ گیت ایسے ہی موقع کی عکاسی کر رہا ہے:

''گھوگھری''

سُوتی تھی مھیئں اَوپڑاں کی چھاں سُوتی نے سپنا آیا میری جان
سپنا مھیئں بانٹی گھوگھرِی مہاراج تو تیں اے بَھانُوڑ اصل گنوار

بِن جایا کت کی گوگھری مہاراج   جلمیا جلما نوَئے مِینے پوت
مارا سپنا ساچا ہو گیا مہاراج   سُسرا جی کا نائی کا بُلا
مھاری بگڑ بڑّا سَاں گوگھری مہاراج   بانٹو رے بانٹو نائی ڑا اُرلے پرُلے بَاس
بائی کے مت بھیجو گوگھری مہاراج   بانٹی رے بانٹی اُرلے پرلے باس
بائی کے چھاڑا چوُلیّا مہاراج   نائی کا رے نائی کا بیٹھو مھارے پاس
مھاری کِس بِد بانٹی گوگھری مہاراج   بانٹی رے بانٹی اُرلے پرلے باس
بائی کے چھاڑا چولیا مہاراج   نائی ڑا رے نائی ڑا تیں تو ہے اصل گنوار
مھاری بانٹ نہ جانڑے گوگھری مہاراج   آیا رے آیا ہُولریا کا باپ
مھاری بچہ بھرُٹھی کہوں سوؤے مہاراج   تھارا تیں نائی کا اصل گنوار
مھاری بانٹ نہ جانڑا گھوگھری مہاراج   اٹھو اٹھو بچہ رانی ہولریا ہُڑلایا
تھاری پاچھی لاساں گھوگھری مہاراج   اٹھا اٹھا بِیرا ڈھلتی سی رات
بائی کے پہنچا پاوُنڑا مہاراج   آؤ اوُ بِیرا بیٹھو مھارے پاس
تھارا گیئں بِد آنا ہوُیا مہاراج   تھاری بھابھی اوُچھے گھر کی دِھی
تھاری پاچھی مانگی گھوگھری مہاراج   تھاری پاچھی مانگی گھوگھری مہاراج
بیرا رے تو ہلُوا ہلوا بول   مھاری دَیر جٹھانی سن لے گی مہاراج
بِیرا رے تھم جاو تھارے بار   تھاری پاچھی لاساں گھوگھری مہاراج
سُسرا جی کا سُونی کا بُلا   مھیئں بیٹھ، گھڑائی گھوگھری مہاراج
دُور جٹھانی کے چھمکے نے بُلا   تھاری گاوت لاؤں گھوگھری مہاراج
نکل نکل رے بل کی اوندری تھاری پاچھی لائی گھوگھری   مھاری تو دکھے رے آنکھ بائی جی
چھپرا اوپر ڈال دو گھوگھری مہاراج   بھابھی اے تھارا دوئے ٹکے کا دان
مھارا روپیہ لاگا ڈیڑھ سو مہاراج   مھاری پاچھی مانگی گھونگھری مہاراج
جیئں ہوتی مھیئں نِر دھریے کی نار   تھاری کِت سے لاتی گھوگھری مہاراج
بھابھی اے مھیئں شاہ پر سے کی نار   تھاری گاوت لائی گھوگھری مہاراج
بیرا اے مھارا ساونڑیے کا میہہ   مھاری بھاوج آبا بجیجلی مہاراج

برسنڑ لاگا ساونڑیے کا میہہ جد کڑکڑن لاگی بجلی مہاراج

(۴۳)

جب گھر کی منڈیر یا آنگن میں درخت پر کوا بولتا ہے تو اس سے مہمان کی آمد کا شگون لیا جاتا ہے اور اگر کسی عورت کا شوہر پردیس گیا ہو تو وہ کوا کے ''کائیں کائیں'' سے اس خوش فہمی میں مبتلا ہوتی ہے کہ آنے والا مہمان اس کا شوہر ہی ہوگا جو پردیس جا کر بس گیا تھا اور وہاں کے جھمیلوں میں اُسے بھول گیا ادھر اپنی جدائی کے اذیت ناک لمحات سے دوچار بیوی آنگن میں تنہا بیٹھی گاتی ہے...... اس پورے گیت میں ہجر کا درد اور جدائی کا کرب چھایا ہوا ہے۔

اُڈے اُڈے رے مھارے کالورے کاگلو کد مھارے پیو جی گھر آسی
کھیر کھانڈ رو جمن جماؤں سونے میئں چونچ منڈھاؤں کاگا
جد مھارے پیو جی گھر آسی پگ میں تھارے باندھوں گھونگرو
گلے میں ھار پیراؤں کاگا جد مھارے پیو جی گھر آسی ۴۹

ترجمہ: اے میرے کالے کوے! جا اُڑ جا اس حالت میں تجھے بھلا کیا دے سکتی ہوں۔ ہاں! اگر تو میرے پیا (شوہر) کی کچھ خیر خبر لے آئے اور وہ کسی طرح گھر آ جائے تو میں کھیر اور شکر سے تیرا تھال بھر دوں گی جب میرا پیا (شوہر) گھر آ جائے گا تب میں تیرے پیروں میں گھونگھرو باندھ دوں گی اور تجھے ہار پہنا دوں گی۔

(۴۴)

ہجر کا ایک اور گیت جس میں نرم نرم دھیمی آنچ پر پکتا انتظار ہے وہ بے کلی، وہ رات کا سہانا وقت، لمحہ لمحہ انتظار۔ سہانا موسم یہی تو گیت کے موضوعات ہیں۔ میاں بیوی کی مثالی محبت میں جدائی کا رنگ ایسے انداز سے بیان ہوتا ہے کہ ہجر کی اذیت کا بیان آنگن میں اُگے پیڑ پر بیٹھے کوے سے مخاطب ہو کر کہتی ہے

بیوی: اُڑیا رے کاگا گگن کا واسی خبر توں لائی مھارے ساجن کی
کاگا: نام نی جانوں مھے تو گام نی جانوں صورت نہ جانوں، تھارے ساجن کی
بیوی: نام بتاں ساں ، گام بتاں ساں صورت بتاں ساں، مھارے راجن کی
تیکھی تیکھی ناک ، فرنگی کو نوکر چال چلے عمراؤاں کی
اُڑیا رے کاگا گگن کا واسی خبر توں لائی مھارے ساجن کی

(۴۵)

درج ذیل گیت ایک ایسی عورت کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے جس کا شوہر کئی ماہ بعد چھٹی آیا تھا اور اب واپس جا رہا ہے

تب وہ دوبارآنے کا وقت پوچھتی ہے ایسے میں ہونے والی نوک جھونک کا اظہار اس گیت میں کیا گیا ہے بیوی شوہر کو ''شام'' کہہ کر مخاطب کرتی ہے اور اگلے شعر میں شوہر اسے ''نار'' کہہ کر ہر بات ہنسی میں اُڑاتا جاتا ہے مگر جب وہ مرنے کی بات کرتی ہے تب معاملہ ختم کرنے کے لیے جلد آنے کا آسرا دیتا ہے۔ چوں کہ یہ لوک گیت دھرتی کی دین ہیں اس لیے ان میں ہنسنا اور رونا بھی قدرتی ہے اور یہی رنگ اور اصلیت قائم خانی لوک گیتوں کی جان ہے۔

''پردیسی''

پیا آپ چلے پردیس — گھراں نے کد آوَ گے او مھارے شام
گوری آواں گے بارَہ تیُوار — تنے تو ترساواں گے او مھاری نار
پیا میری تو ترَسَے بَلا — پیہر چلی جاؤں گی او مھارے شام
او گوری پوچھے گی بھاوج بات — نندوئیاں چھٹی آیا تھا او مھاری نار
پیا چھوڑ دوں گی بھاوجاں کا ساتھ — مائڑ مھیئں رَم جاؤں گی او مھارے شام
گوری چھوٹنے دیور کا تو اے بیاہ — تنے تو کنڑ لاوے گا او مھاری نار
پیا اُن چُھنڑ بیل جوڑا — مھیئں آپی چالی آؤں گی اور مھارے شام
گوری دور جیٹھانی بلاوے گی — تھالی تو مَنجواواں گی او مھاری نار
پیا مھاری مانجے اے کلا — رسوئیاں رَم جاؤں گی او مھارے شام
گوری تیرا تو اے ناجک مجاج — تو ایں مھیئں گُھٹ جاوَے گی اومھاری نار
پیا مھاری گھٹے اے بَلا — چوبارے چڑھ سوؤں گی او مھارے شام
گوری چھوٹا دیور اے نادان — کنڈی تو کھڑکاوے گا او مھاری نا
پیا مھاری کھولے اے بَلا — کھڑا ہی جھک مارے گا او مھاری شام
گوری اوں مئیھں تو پلنگ بچھا — مھاری تو یاد آوے گی او مھاری نار
پیا مھاری یاد کرے اے بَلا — بائی نے لے کے سوجوں گی او شام
گوری اُوں مھیئں تو آوَے کالیا ناگ — تنے تو ڈس جاوَے گا او مھاری نار
پیا اِی مودے کی مھیئں نار — چھاچھاِئی کٹ جاوے گا او مھارے شام
گوری تیرے ڈسے اَے بَلا — لاؤں گا سیئں سے پہلے چھٹی او مھاری نار

(۴۶)

عورتوں کے دکھیارے دلوں کی دھڑکنوں اوران کی کربناک خاموش آہوں اور سسکیوں سے یہ گیت بنے جاتے ہیں، آنسوؤں سے بھیگی ہوئی اندرونی خلش کا شکار ایک عورت جس کا شوہر پردیس چلا گیا ہے۔ وہ نجومی سے پوچھتی کہ کب ''ڈھولا'' آئے گا تب نجوی کہتا ہے کہ سامنے پیپل کے درخت کے پتے گن لو اتنے دن کے بعد وہ آئے گا اس پرنندا سے تسلی دیتی ہے کہ ''تم'' سکھ کی نیند سو جاؤ جب رات بیت جائے گی تب میرا بھائی آئے گا۔

جوشی اے تو پوتھی پانجھ سنا	کتنے دناں مھیئں ڈھولا باوڑرا مھاری جان
چھوری اے گن لے پیپلے کے پان	اِتنے دِناں مھیئں ڈھولا تھارا باوڑرا
نانڈ اے توائی کہہ سُپنا کی بات	کتنے دِناں مھیئں بیر تھارا باوڑرا مھاری جان
بھابھی اے تو سوجا سکھ کی نیند	ڈھلتی سی راتاں مھیئں بِیرا مھارا باوڑرا مھاری جان

(۴۷)

اسی طرح ایک گیت'' ٹکا وَلا ہار'' (سونے کا سات لڑیوں کا ہار جس میں ٹکیاں بنی ہوتی ہیں) ہے جس میں نند خواب دیکھتی ہے کہ اس کے بھائی کے گھر بیٹا ہوا ہے اور وہ ''بھاوج'' سے یہ خواب بیان کرتی ہے تو بھابھی کہتی ہے کہ بیٹا ہونے پر اُسے ٹکا وَلا ہار دے گی۔ اس گیت کے ابتدائی مصرعے اس طرح ہیں:

''اے بائی دوں گی ٹکاولا ہار''
اے بھابھی لے ساں ٹکا وَلا ہار''

بھابھی اس سے خوب خدمت کرواتی ہے مگر بیٹا ہونے پر اسے ٹکاولا ہار نہیں دیتی۔

اسی طرح ایک اور گیت میں لڑکی شادی کے بعد میکے آ کر ماں سے شکایت کرتی ہے کہ اس کے شوہر نے کسی اور عورت کی تعریف کی ہے اور اس غم میں وہ مرجائے گی تب ماں پیار کر کے کہتی ہے کہ تم کیوں ''مرو'' وہ دوسری عورت کیوں نہ مرے

بیٹی: مھارو جی سَرَائی وادھن دوسری	تھاری لاڈو مرے گی بلا
ماں: مھارو جی کی گوری مرے دوسری	مھاری لاڈو مرے کیوں بَھلا

(۴۸)

سوکن کا گیت

اوکن سوکن ایک برابر ایک سے ان کے جی	نت کتا بھبھتی کل کل ہو ساجھے جن کی پی
سوکن سے سولی بھلی جو ترت نکالے جی	سولی سے تو سوکن بری جو آدھ بٹائے پی

سنکٹ بڑا دو پتنی ان دوکی یائے پکار   سماندی کدے نہ دیکھی ایک میان میں دو تلوار [۵۰]

ترجمہ: دو بیویاں ایک جیسی سوچ، چاہت، پسند اور حیا بھی برابر روزانہ جھگڑا ہوگا جو دو عورتوں کا مشترکہ خاوند ہوگا سوکن سے تو سولی (پھانسی) بہتر جو ترت (فوراً) جان لے لیتی ہے۔ پھانسی سے تو سوکن بری جو نصف شوہر کو بٹاتی ہے دو بیویاں بڑا جنجال ہے کہ دو تلواریں ایک میان میں نہیں سماتی۔

(۴۹)

قائم خانی لوک گیت خواتین میں اس لیے بھی مقبول ہوتے ہیں کہ یہ ان کے دکھوں کی ترجمانی کرتے ہیں غم اور دکھ زندگی کے بنیادی عناصر ہیں۔ کسی انسان کا دل بھی دکھوں کے زخموں سے خالی نہیں ایک ایسی عورت جس کے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہو اور اب وہ دھوہاگن اور آنے والی نئی عورت سہاگن بن گئی ہے اس درد کی کسک ان زخموں کا سوز بالآخر رنگ لاتا ہے اور جب اس کے گھر بیٹا پیدا ہوتا ہے تو سہاگن کے لاکھ بہانے بنانے پر بھی شوہر اپنی پہلی بیوی کے پاس لوٹ جاتا ہے

''سونے کا چڑیا''

سونے کا چڑیا بھنور جی کے ھاتھ   ٹک ٹک محلاں چڑھ گئیا جی او راج
مھیئں تنے پوچھوں گوری اِک بات   یاں گیت کنڑ گھراں گائے جی او راج
مھارا بھی نام، مھارا بھائڑاں کا بھی نام   بیل بدھائی مھارے باپ کی او راج
اپناں نچھو بسے اَیں کنال   اُوں کے گھراں جایا اے پوت جی او راج
سونے کا چڑیا بھنور جی کے ھاتھ   ٹک ٹک محلاں چڑھ گئیا جی او راج
مھیئں تنے پوچھو داسی اک بات   یاں گیت کنڑ گھراں گائے جی اَو راج
تھاری دوہاگن کے جلما اے پوت   یا گیت اُوں کے گھراں گائے جی او راج
مھیئں تنے پوچھوں داسی ایک بات   کیئں مھیئں جچہ رانی پوُڈِیو جی او راج
ٹوٹی سی ٹبُری نی جیئں ماں پھوس   اُوں میں جچہ رانی پوُڈِیو جی او راج
میں تن پوچھو داسی ایک بات   کیئں مھیئں جچہ رانی پوڈیو جی او راج
ٹوٹی سی کھڈلی نی جیئں ماں بان   اُوں ماں جچہ رانی سوئندی جی او راج
میں تنے پوچھوں داسی اک بات   کے اے جچہ رانی سَوئِندی جی او راج
پھاٹی سی گدڑی نی جیئں ماں پور   اُوں ماں جچہ رانی اُوڈیو جی او راج

میں تنے پوچھوں داسی اک بات — کے اے جچہ رانی وینوں جی او راج
جوؤں کا دلیہ نی اُو میں لون — واں تو جچہ دانی کھاؤن جی وینون جی اوراج
چتر چجارے نے جلدی بُلا — محل بناؤں گوری نے موکلاں جی او راج
چتر کھاتی ڑے نے جلدی بُلا — ڈھولیا گھڑاؤں سوندھی بان کا جی اوراج
چتر درزی کے نے جلدی بلا — رجائی بناؤ جُلا بوند کی جی او راج
مھاری مائڑ نے بھی جلدی بُلا — لاڑواں بناؤ سٹواں سونٹھ کے جی او راج
سونے کا چٹیا بھنور کے ہاتھ — ٹک ٹک محلاں چڑھ گیا جی او راج
پھٹ پھٹ اے تو سوہاگن نار — جلماڑا پوت لوکا لیا جی او راج
بِد بِد اے تو دھوہاگن نار — بَیل بَدائی مھارے باپ کی جی او راج

(۵۰)

اس گیت میں پنگھٹ پہ آئی ایک لڑکی کنویں سے پانی بھر رہی ہے اور گھوڑے پر سوار جوان وہاں آ کر پانی طلب کرتا ہے۔ اس گیت میں بے تکی شاعری سہی مگر ایک خاموش سبق بھی پوشیدہ ہے

’’پنچھی دور کا‘‘

دُور سیئں آیا رے پنچھی دور کا — دُور سیئں آیا رے پنچھی دور کا
دنڑا اُگ آیا اے سن رے ساتھیڑا — دنڑا اُگ آیا اے سن رے ساتھیڑا
پانی تو پلاوے رے چھوری بھوہت پیاسا رے — پنچھی دور کا بہت پیاسا رے
کیّاں تو پلاؤں رے چھورا — کیّاں تو پلاؤں رے چھورا
گاؤں اے مھارے پیہر کا — بھوجنیا پکا دے اے چھوری
بھوجنیا پکا دے اے چھوری — بھوہت بھوکا رے پنچھی دور کا
کیاں تو پکاؤں رے چھورا، — گھر مھیئں مھاری بھاوج اے مھارے پِیر کی
بستر تو بچھا دے اے چھوری — نیندڑی آوے رے پنچھی دور کا
کیاں تو بچھاؤں رے چھورا — گھر مھیئں مھاری بھابھو رے
گھوڑے چڈھوں جد آیئے رے چھوری — ہات ہلایئے رے پنچھی دور کا

کیاں تو ہلاؤں رے چھورا پنچھی دور کا   ساتھ کی ساتھڑن رے مھارے ساتھ مھیئں

(۵۱)

ان گیتوں میں بہن اور بھائی کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے (جن کی محبت مثالی ہے) اور حقیقت کی اس ترجمانی کو ہم نیچرل شاعری کہہ سکتے ہیں۔ بہن اور بھائی کی محبت قائم خانی معاشرے میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اس سلسلے میں بہت ہی خوبصورت گیتوں کی لمبی مالا ہے قائم خانی میں بھائی کو بِیَر یا بیرا بھی کہا جاتا ہے اور بڑی بہنیں اپنے چھوٹے بھائیوں کو کھلاتے اور بہلاتے ہوئے گاتی ہیں۔

گیت:

بِیرا ، پھول جوں رے، پھل جوں رے   آم ری ڈالی جوں، پھل جوں رے
توں بد گیئو رے بِیرا، بڑکے پیپل جوں   پھل جو کڑوے نیم جوں
بدیوں رے بیرا بیلا جوں   توں بد گیئو رے بِیرا، بڑکے پیپل جوں
پھل جورے بھاوج پھل پھولوں جوں   بڈجو اے بھاوج مائی لی دوبا جوں

ترجمہ: اے میرے بھائی، میرے ماں جائے، تو زندگی میں آم کی ڈال کی مانند پھولتا پھلتا رہے۔ بھائی تو پیپل اور نیم کی طرح بڑھے، پھلے پھولے، ہری دھوپ اور لتا کی بیل کی طرح بڑھنا اور بھاوج تو پھولوں کی طرح پھلے اور اور دوب کی طرح بڑھے یعنی میل ملاپ سے رہو۔

(۵۲)

دھرتی سے اُگے اس گیت میں بھائی کی محبت دکھائی دے رہی ہے جس میں خوب صورتی، مٹھاس بھری ہے۔ بہن سسرال جا رہی ہے تو بھائی گیت گاتا ہے:

سورج اُگے سورج راج موڑ وسوا گنڑ جا، آگے جا   اُو راجہ موڑوں سواگ جا
چڑھتی بائی نے ہوسی ساموں تاوڑو   سورج اُگے سورج راج موڑ وسوا گنڑ جا، آگے جا ۵۱

ترجمہ: سورج دیر سے غروب ہونا تاکہ بہن سسرال پہنچ جائے اور ڈولی میں چڑھتی ہوئی بہن کو دھوپ نہ آ جائے۔

(۵۳)

اس گیت میں سرسری جھلکیوں سے ظاہر ہے کہ بھائی بہن کی محبت کتنی گہری ہے لڑکی جب رخصت ہو کر سسرال جاتی ہے تو بھائی سے کہتی ہے:

اے بِیرا نیمڑی مَٹ نا کاٹیے ایں پہ بَسے ایں پنچھی

اے بِیرا یا مھارے جی سی اُڈ جا گی، رہ جاوے گا توں ایکلا

لڑکی سسرال جارہی ہےاور بھائی سے کہتی ہے آنگن میں لگے نیم کے درخت کومت کاٹنااس پر پرندے رہتے ہیں اُڑ جائیں گےاوران کا حال میرے جیسا ہے یہ اُڑ گئیں تو تو تم اکیلے رہ جاؤ گے۔

(۵۴)

قائم خانی کی سماج میں شادی کی رسومات میں سے ایک رسم ''بھات'' کی ہے اس کو را جستھانی قائم خانی ''ماہیرہ'' بھی کہتے ہیں اس رسم میں بھائی بہن کی اولاد کی شادی میں اپنی حیثیت کے مطابق تحائف یا نقد رقم دیتے ہیں اس رسم میں بہن اور بھائی کی محبت کا رنگ نظر آتا ہے۔ بہن شادی کی دعوت کا کہنے بھائی کے گھر جاتی ہے تو ناریل اور گڑ لے کر جاتی ہے اور شادی سے ایک روز پہلے بھائی بھات لے کر آتے ہیں تو بہن اپنے بھائیوں پر فخر کرتی ہے اور گیت گاتی ہے:

آئیو آئیو مھارا ماں جایا ھیرا بیر ، جڑلاؤ ، جوڑی بِیرا ناپوں تے ہاتھ پچاس، تولوں تو تولہ تیس

(۵۵)

ان گیتوں میں موجود کچھ نامانوس بحریں گیت کی قرأت میں دشواری کا باعث بنتی ہیں۔ جس سے موضوع کی اثر انگیزی متاثر ہوتی ہے ان میں سے کچھ گیت بحروں میں نہیں اور کچھ بحروں میں تو ہیں لیکن ترنم میں نہیں۔ جو گیت کا خاصا ہے۔ البتہ یہ قاری کو اپنے سحر میں گرفتار کر لیتے ہیں۔

''بھات'' کا ایک گیت

بہن: بھات نیوتنے آئی ہوں اِب تکڑا ہو جا بھائی تئیں بھات نیوتنے آئی ہوں اِب تکڑا ہو جا بھائی تیں

بھائی: جو جڑے گا وا دیوں گا فکر نہ کر ماں جائی تیں جو جڑے گا وا دیوں گا فکر نہ کر ماں جائی تیں ۵۲

بھات ایک اہم رسم ہےاس سے بہن بھائی کا رشتہ اور گہرا ہوتا ہے۔ بھات کے وقت بھائی کی طرف سے بہن کو چوڑیاں اور اوڑھاونی (چنری یا اوڑھنی) دی جاتی ہے۔ چنری کا دینا۔عزت دینا سمجھا جاتا ہے۔اس گیت میں بھی بہن اپنی بھابھی سے کہتی ہے کہ بھائی سے کہنا'' بھات'' میں تاروں بھری چنری لا کر دے تو بھابھی بہانے بنانے لگتی ہے کہ سمجھ نہیں آ رہی کیسی ہو؟ رنگ کیسا ہو؟ کہا ں سے ملتی ہے؟ تم خود اوڑھو تو میں دیکھوں کہ کیسی ہوتی ہے۔

تاراں کی چنڑی / چندڑی

بائی ساکا بیرا جاوے اے پردیس جی آوتا تو لایو تاراں کی چندڑی

بائی ساکی بھاوج مھیئں نی جاٹو اے　　کِسو کی رنگ کی تاراں کی چندڑی
بائی کا بیرا ھَریا ھَرِیا پلا جی　　کسوٗل رنگ کی تاراں کی چندڑی
بائی ساکی بھابھی مھیئں نی جاوٗں اے　　کٹھے جی لایا کٹھے اوڈھنی تاراں کی چندڑی
بائی ساکا بیرا جیٹھ سا لیایا جی　　بھابھی سا اوڈھی تاراں کی چندڑی
بائی ساکی بھابھی مھیئں نی سمجھوں اے　　تھیئں اوڈھ اے دکھا دیوا اے تاراں کی چندڑی ۵۳؎

''بھات'' کی رسم بھائی بہن کے گہرے رشتے کی پہچان سمجھی جاتی ہے اگر اس رسم کے موقع پر بھائی ''چاہت'' کا اظہار نہ کرے تو بہن کے آنسو دوسروں کو بھی رُلا دیتے ہیں یہ گیت ملاحظہ کیجیے:

بیرا ! دیورانیاں، جٹھانیاں ساتھ لیسیوں　　پھولاں کی بھیلی ھاتھ
بائی آوَے گام، بیرو جی باگاں کے مائی　　بائی آئی باوَڑیاں بیرو جی گواڑاں جائے
بائی آئی گواڑ بیرو جی کھوتھلیاں مائی　　بائی آئی کھوٹھلیاں، بیروجی آنگن مائی
بائی آئی آنگن بیرو جی مھلان کے مائی　　بھابھی سا بلووے بلونڑیاں بھابھی سا بیر بتائے
تھاں کا بیرو سا گھر نھیں بھتیجا کھیلے باری ماں　　بائی کے ڈبھ ڈبھ بھر آیا نین
ھیوڑا چمکے روا بیرا بجلی مھارے نیناں برسیو میھ　　بیرو سا مھلاں اُتریا سونے کا چٹیا ہاتھ
بیرو جی ھیلا پھاڑیا بائی جی پاچھی آوَ　　تون کیوں بائی اٹ مٹی تھارے گودو بھرسیوں بھات ۵۴؎

اگر کسی ناراضگی کی وجہ سے بہن بھائی کے گھر ''بھات'' کا بلاوا دینے نہیں آئی تو غریب بھائی بھی اداس ہو کر گھر میں بیٹھا رہتا ہے، مگر چوں کہ برادری میں عزت کا معاملہ ہوتا ہے لہٰذا اس کی بیوی کہتی ہے کہ میرا ٹیکہ یا چوڑی لے جا کر بہن کا بھات بھر کے آ جاؤ تا کہ ہماری عزت پر حرف نہ آئے۔

مٹّرُجی نے کتنا کراں اے گمان　　چناسی نے کتنا کرا ہے گمان
یا میری چوڑی لے جا بھانڑ کے بھات　　مھارا ٹیکہ لے جارے بھانڑ کے بھات
میں کیاں جاوٗں ، نوتن نہ آئی مھارے بھات　　مٹّرُجی نے کتنا کراں ہے گمان

عورت کسی بھی طبقے کی ہو لباس اور زیور سے اس کی دل چسپی فطری ہے۔ وہ اپنی اس خواہش کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتی اس گیت میں بہن جب اپنے ''بچوں'' کی شادی کرتی ہے تو بھائی سے ''بھات'' لانے کا کہتی ہے اور اس میں ٹیکہ، جھومر، ریشم کی چنزی وغیرہ کی فرمائش بھی کرتی ہے۔

اری آج مھارے محلاں رے بیرا رنگ چڑھے

اری آیا مھاری ماں کا جایا جیئں جڑاؤں لایا چندڑی
اوڈھوں تو ہیرے رے بیرا چھڑ پڑے، کھونٹی دھروں تو رے ہیرے چھڑے
ارے آیا مھاری ماں کا جایا جئیں جڑاؤں لایا چندڑی
آج مھارے باگاں رے بیرا، رنگ چڑھے آج مھارے نینوں مھیئں بیرا رنگ چڑھے
اوڈھوں تو ہیرے رے بیرا چھڑ پڑے، کھونٹی دھروں تو رے ہیرے چھڑے

اسی سے ملتا جلتا ایک اور گیت دیکھیے

آیا رے ماں جایا بیر، دھوم دھام سے سے آیئے کوئی ٹھپا رتن جڑایئے، گلڑے کی لایئے جنجیر
بھات سویرے لایئے اے ماں جایا بیر رے مھارا موبی بیر دھوم دھام سئیں آیئے
گلڑے کا نیکلس لایئے، مھارے کا ناں کے جھالے لایئے کوئی ٹھپا رتن جڑایئے، گلڑے کی لایئے جنجیر
بھات سویرے لائے اے ماں جایا بیر دھوم دھام سے آیئے
مھارے ھاتاں کے کنگن لایئے، کوئی چوڑی رتن جڑایئے مھارے پیراں کی پائل لایئے، کوئی چھاگڑ رتن جڑایئے
گلڑے کی لایئے جنجیر، بھات سویرے لائے رے مھارا موبی بیر دھوم دھام سئیں آیئے

جب تمام ''سگے'' بھائی ''بھات'' دینے میں ٹال مٹول کریں تب کوئی ایک غریب رشتے کا بھائی، بہن کے گھر ''بھات'' لے جائے یہ بہت فخر کی بات ہوتی ہے۔اسی طرح ایک غریب بنجارا سگا بھائی نہ ہونے کے باوجود ''بھات'' بھرتا ہے درج ذیل گیت میں ملاحظہ ہو۔

بودیا کی بھانڑجیاں کا بیاہ مانڈیا ھے بائی ٹیکن آئی
چاراں بھائیاں نے پھر پھر نیوتیا سباں دیا بائی ٹال
بودیا بیرا رے، چال گوری پردیسان چالاں بودیا نے دیۓ بائی ٹال
آگو سیون جاتا بنڑجارا مل گئیو توں اے بائی کھٹے جائے
بھانڑجیاں کو بیاہ مانڈیا ھے بھائیاں دیا ٹال
روپیہ لے لو، ماھیرا لے لو بودو پاچھے چال
بودیا بھردے رے بھات بودو بیرا رے

''بھات'' ملنے پر بہن فخر سے کہتی ہے کہ:

میرا ماں جایا بیر بڑی دھوم دھام ساں آئیو
گلیاں رنجھار آئی ری کہ بھاتی آویں گے مھارا ماتھا چمکے ری کہ ٹیکہ لاویں گے ۵۵؎

(۵۶)

اکلوتے بھائی کی بہن کا ''بھات'' پر گیت: جس میں کچھ کچھ ''ہریانوی'' کا رنگ جھلکتا ہے جیسے: بے بے، چونڈڑی وغیرہ حصار کے علاقے کے قائم خانی اپنی بولی میں استعمال کرتے ہیں:

میری جٹھانی کے چار بیرا، میرا تو ماں کا جایا ایکلا چار آئے پچاس لائے مانگی تولائے بے بے چونڈڑی
ایک بھات بھر کے چالن لاگے الٹی تو دے دے چونڈڑی میری جٹھانی کے چار بیرا، میرا تو ماں کا جایا ایکلا
میرا ایک آیا لاکھ لایا ریشم کی لایا چونڈڑی ایک بھات بھر کے چالن لاگا اوڑھ دکھاتی پھروں چونڈڑی

بہن بھات کی رسم مکمل ہونے پر بھائی کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

تیرا فرج ہو رہا ہے پورا میرا منے نہاون دے بھائی، بھانڑ دو بات کراں گے دکھ سکھ کی بتلاون دے ۵۵؎

مزاح کا رنگ لیے درج ذیل قائم خانی گیت میں بھی ایک اصلاحی سبق موجود ہے لڑکا شادی کے لیے لڑکی کی رضامندی چاہتا ہے مگر وہ اپنے مطالبات منوانے کی بات کرتی ہے کہ لڑکا تنگ آ کر خود ہی منع کر دیتا ہے یہ گیت بھی شادی کے موقع پر گایا جاتا ہے۔

باگی چی نیمواں گی (باغچی لیموں کی)

چھورا (لڑکا):

تھارے تو چھوری ناج اُٹھاؤ بن جانا مھارے گھر کی نار، باگی چی نیمواں گی
تھارا تو چھوری جَدُرَڑ اُٹھاؤ تپلی کمربل کھائے، باگی چی نیمواں گی

چھوری (لڑکی):

گھر کی نار چھورا جدڑ بنوں گی مھارے سارے کول پُگا دے، باگی چی نیمواں گی
دھرتی کا تو چھورا گھاگھرا سِما دے بیچ مھیئں ستارے جڑوا دے، باگی چی نیمواں گی
امبر کی تو چھورا چندڑی منگوا دے بجلی کی دُھنک لگا دے، باگی چی نیمواں گی
بادلا کی تو چھورا کانچلی سِلوا دے بیچ مھیئں ہیرے جڑوا دے، باگی چی نیمواں گی
سانپاں کا تو چھورا ناڑا بنوا دے بچھواں کے جھونٹے لٹکا دے، باگی چی نیمواں گی
لاڈواں کا تو چھورا مھل بنوا دے جلیبیاں کی باری رکھوا دے، باگی چی نیمواں گی

برفی کی تو چھورا چوکھٹ جڑوا دے میسواں کے کواڑ لگاوا دے، باگی چی نیمواں گی

چھورا (لڑکا):

اُورے تو چھوری کاوڑے بسے سیئں الوہارا جائے، عمریا بیتی جائے، باگیجی نیمواں گی

شادی کے موقع پر گائے جانے والے اس گیت میں شوہر دوسری عورت کی تعریف کر دیتا ہے۔ظاہر ہے یہ بات ''بیوی'' کے لیے باعث حسد ہے، وہ ناراضگی کا اظہار کرتی ہے جس پر شوہر کہتا ہے کہ سوکن تو بہت بری ہے مگر تم اچھی ہو:

بیوی: جن گلیاں ماں راجا تھام رہ گئے تھے جی اُن گلیاں ماں راجا ھم بھی چلیں گے جی

شوہر: جن گلیاں مھیئں ھم رہ گئے تھے جی اِن گلیاں ماں گوری سوک تھماری جی

بیوی: کی سی کے سوہنٹری کی سی کے لمبی جی کیسی کے جیسی راجا روپ کی رانی جی

شوہر: تھارے سی سوہنٹری، تھارے سی لمبی جی تھارے سی بڑھ کے گوی روپ دیوانی جی

بیوی: کھائے کٹارے ھیوڑے بیچ مار ے جی اب مھیئں مرو گی راجا سوک سرائی جی

شوہر: کھوس کٹارا گھونٹی بیچ ٹانگا جی مر، مت جایئے گوری سوک بھٹاری جی

بیوی: ساپن بن جاؤں گی بِل ماں بڑ جاؤں گی جی مول نہ آؤں راجا سوک سرائی جی

شوہر: بین لے لیو گا سپیرا بن جاؤں گا جی مول نہ چھوڑوں گوری سوک بھٹاری جی

بیوی: ہرنی بن جاؤں گی جنگلہ چڑھ جاؤ جی مول نہ آؤں راجا سو ک سرائی جی

شوہر: بندوق لے لیئوں گا سکاری بن جاؤں جی مول نہ چھوڑو گوری سوک بھٹارا جی

بیوی: چھورے نے لے جاؤں گی پیہر بِک جاؤں جی مول نہ رہوں راجا سوک سر ائی جی

شوہر: بھائی نے سِکادوں بھاوج کے سِکادوں جی تیرے انگریجی پٹھے سالیاں پہ پڑاوں دو ں جی

بیوی: دہی چھڑک وادوں کُتے لگاوا دو جی یا ٹسرے کی دھوتی کُتاں سیئں پھڑاواں جی

شوہر: تھام اِئی مھاری سوہنٹری تھام ہی مھارا رانی جی مَول نہ چَھوڑوں گوری سوک بھٹاری جی

دلہن کے گھر گائے جانے والے شادی کے گیتوں میں اپنی ''بیٹی'' سے محبت کا والہانہ اظہار کیا جاتا ہے۔اس کی خوب صورتی اور سلیقہ مندی کی تعریف کی جاتی ہے یہ دونوں گیت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔

بابا کے چھرچھری لاڈو کیوں کھڑی دیکھوں تھی چھیل بھنور کی بات بنیسر باجے لاگ ری

بنڑا تو ماڑی ماں کا کیوڑا مھاری لاڑو تاراماں کی چاند بنیسر باجے تاوڑی

بھیا کے چھرچھری لاڈوں کیوں کھڑی، دیکھوں تھی چھیل دیکھوں تھی چھیل بھنور کی بات بنیسر باجے لاگ ری

(اسی طرح تمام رشتوں کے نام لے کر گایا جاتا ہے۔)

(۵۷)

ایک اور شادی کا گیت جس میں اردو کے اثرات نظر آتے ہیں:

منوں سیئں پیاری مھاری راج دلاری — دلوں سیئں پیاری مھاری راج دلاری
جب بولے سسر جی ، مھیئں بولوں میں واری — انار نیچے کھڑی، مھاری راج دلاری
جب جَھڑی انار کی کلیاں مھیئں واری — سرک ہو جائے مھاری راج دلاری
جب بولے جیٹھ جی مھیئں بولوں میں واری — نیموں کے نیچے کھڑی مھاری راج دلاری
جب جھڑے نیموں کے پات میھئں واری — سبج ہو جائے مھاری راج دلاری
منوں سیئں پیاری مھاری راج دلاری — دلوں سیئں پیاری مھاری راج دلاری
جب بولے بلم جی مھیئں بولوں مھیئں واری — سیجاں کے نیچے کھڑی مھاری راج دلاری
جب جھڑے سیجاں کے پھول مھیئں واری — سپید ہو جائے مھاری راج دلاری

(۵۸)

ایک اور شادی کا گیت درج ذیل ہے

بنڑی: چالو نہ مھاروڑے دیس۔ نارنگی لے دیوں، رس بھری — چالو نہ مھاروڑے دیس، نارنگی لے دیوں، رس بھری
بنڑا: دادا تو چھوڑا نہ جائے دادی میئں مھارا من گھنڑا — دادا تو چھوڑا نہ جائے دادی میئں مھارا من گھنڑا
بنڑی: اوجھوٹا آل جنجال اے رے کل ماں سانچے دوئے جنڑے — چالو نہ مھاروڑے دیس نارنگی لے دیوں، رس بھری
بنڑا: ابا تو چھوڑا نہ جائے اماں میئں مھارا من گھنڑا — ابا تو چھوڑا نہ جائے اماں میئں مھارا من گھنڑا
بنڑی: اوجھوٹا آل جنجال اے رے کل ماں سانچے دوئے جنڑے — چالو نہ مھاروڑے دیس نارنگی لے دیوں، رس بھری ۵۷
بنڑا: بھیا تو چھوڑا نہ جائے ، بھابھو میں مھارا من گھنڑا — بھیا تو چھوڑا نہ جائے، بھابھو میں مھارا من گھنڑا
بنڑی: اوجھوٹا آل جنجال اے رے کل ماں سانچے دوئے جنڑے — چالو نہ مھاروڑے دیس نارنگی لے دیوں، رس بھری

(۵۹)

''بچوں کے گیت''

قائم خانی سماج میں بچے کی پیدائش سے ہی لوک گیتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور سات دن پورا ہونے پر اس بچے کے

بال اُتروائے جاتے ہیں جسے جڑوالا اتارنا یا (جڑوالا منڈنا) کہتے ہیں ۔اس موقع پر شیرینی بھی بانٹی جاتی ہے اور بچے کی نانی تحفے لے کر آتی ہے۔ قائم خانی لوک گیتوں کا آغاز چوں کہ بچوں کی پیدائش سے ہی ہو جاتا ہے اور سات دن جسے چھٹی کی رسم کہتے ہیں اس میں بچوں کی ''لوریاں'' گائی جاتی ہیں جن میں دادا، دادی، ماں، ماپ، نانا، نانی، سب ہی کے رشتے گہرے ہونے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ان لوریوں سے ہمیں ان کے خیالات و جذبات کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ بچے سے خون کا رشتہ رکھنے والے جب اپنے محبت بھرے الفاظ کو گائیکی کی شکل دیتے ہیں تو شاعری کی کسوٹی پر پورا نہ اترنے کے باوجود بھی یہ گیت دل پر اثر کرتے ہیں درج ذیل لوری ''دادا کے بچے کو جھونٹا (ہوا میں لہرانا) دیتے وقت کی ہے:

''دادا کا سا پالڑوں کا گیت''

جایئے رے ڈونگر کاٹی چڑھے کو رنکھ
ھولر جھولے پالڑاں گھڑیو جی سر چڑھے
پڑھیو جی کھاتی کی کھتوڑ پالڑاں جیسلمیر
اُڑتی لاگی چڑکیاں ار کلاین مور
ھیرا تو لاگیہ دوڑ سو لالان کو انت نہ پار
ھولریو جھولے پالڑوں ھولر تھارو پالڑوں
اے کنڑ پالڑوں کا گائکی اے کنڑ کھرچے دام

بچہ جب سال بھر کا ہو جاتا ہے تو اپنی نانی کے گھر جاتا ہے اور کچھ عرصے وہاں رہتا ہے وہ جھولا جھولاتے ہوئے ''لوری'' گاتی ہے۔

ھولریو تھارے پالڑوں گُھلا دیاں سامی سال کو
آوتڑا جاوتڑا تھاری دادیاں جھونٹا دے سی کہویں
توں ھولریو نانیاں پاں توں دودھ پتا سا پی کو
تھارے گھراں میں راجہ ہوری لال جی آنگن بٹھیا مل کو

مفہوم: بچہ ایک سال کا ہے۔ نانی کے ہاں بھیجا ہے۔ نانی گاتی ہے میرا بالنا (بچہ) آئے جائے تمھاری دادی جھولا دے گی اور کہے گی بچے تم نانی کے گھر دودھ بتاشے کھانا کہ اب گھر میں راجہ لال جی آنگن میں بیٹھا ہے (راجہ لال جی بچے کو کہا ہے)

بڑی بہنوں کی شفقت بھی ماں کی طرح ہوتی ہے جب ''ماں'' گھر کے کام کاج میں مصروف ہوتی ہے تب بہن چھوٹے

بھائی کو جھولا دیتی ہے اور لوری گاتی ہے درج ذیل لوری ملاحظہ کیجیے:

سوئی رہو بھائی تھاری ماں کرے رسوئی
رسوئی میں کھاجا تھارو باپ دھلی کو راجا
لوری او بھائی لوری تنے دودھ بھری کٹوری
اوپر شکر بھوری لوری او پاؤ بوری

اس سے ملتی جلتی ایک لوری میں یہ مصرعے ہیں:

سوجیا ھولریا سوجیا تھاری ماں کرے رسوئیا
رسوئی ماں بڑھ گیو کتا تھاری ماں مارا اُونے جوتا

چھوٹے بچے کی پیدائش جہاں گھر بھر کے لیے خوشی کا باعث ہوتی ہے وہیں اس سے پیار کا اظہار اس کے لیے کھلونے لا کر کیا جاتا ہے پرانے وقتوں میں ایک کھلونا ''چوڑی باجا'' ہوا کرتا تھا جس سے بچے شوق سے کھیلتے تھے یہ گیت بھی اسی جانب اشارہ کر رہا ہے:

''چوڑی باجا رچوڑی کو باجو''

ھولریا کا دادا سا گیا جئے پور آوتا تو لی آیا چوڑی کا باجا
انگڑیاں ماں باجا مھاری کوٹھریاں ماں باجا جچہ کے رنگ محل ماں باجے رے چوڑی کا باجا
مھارا ھولریا کے سر ھاڑے چوڑی کا باجا ھولریا کا بابو سا گیا اے جوَدانڑے
آنگڑیاں ماں باجے مھاری رسویاں ماں باجے جچہ کے کانچ محل میں باجے انگریجی باجا ۵۸

قائم خانی والدین یا بڑے بوڑھے، بزرگ لاڈ پیار میں چھوٹے بچوں کو (بہلانے کے لیے) اپنے پیر موڑ کر ٹانگوں پر بٹھاتے ہیں اور کچھ یوں گیت گایا جاتا ہے:

''گیر گڑی''

سوجیا ھولریا سوجیا تھاری ماں کرے رسوئیا
رسوئی ماں بڑھ گیو کتا تھاری ماں مارا اُونے جوتا
گیر گڑی بھئی گیر گڑی
ساسو چھوٹی بہو بڑی
بھو (بہو) بڑی بیگن کا مان

ساسو چھوٹی تِل کے ماں
چھورا چھوری جوں کا ماں
بڈیو ڈیل ڈگن کا ماں
با اُٹھی ماما کی چھاں

گھر کے بڑے بزرگ اکثر بچوں کے ساتھ لاڈ پیار میں ان کا بازو پکڑ کے ہر انگلی پر سوال پوچھتے ہیں اور پھر بغل میں گدگدی کرتے ہیں اور انھیں ہنسانے کے لیے گیت گاتے ہیں:

گوری گاھ بیائی، گوری گاھ بیائی
کھیر پکائی، کُن کھائی
بیر کھائی، بھانڑ کھائی
بوا کھائی، ماں کھائی
باؤ جی کھائی، اونٹھی چھونٹی
بھنگی نے دیدی، باجھریو بھاگیو رے
بھاگیورے بھاگیورے، پکڑ لیو ، پکڑلیو

(۶۰)

بچوں کا اور گیت

''دھرمی تارا''

دھرمی تارا ، ادھرمی تارا
باڑ کو دوڑا ، باڑ کو دوڑا
باڑ مھانا کانڑو دیو
کانڑو لے میئں چوِلھا نہ دیو
چھولہو مھانا آگ دی
آگ لے ، کمھار نہ دی
کمھار مھا نہ پانڑی دیو
پانڑی لے کے ڈھیر سینچا
ڈھیر مھانا گیہوں دی
گیہوں لے کے مور چُگائے
مور مھانا پانکھ دی
پانکھ لے مامانہ دی
مامو مھانا گھوڑی دی
پونچھ لنڈوری دی

چاروں پگاں گھوڑی دی ٹرک ماما تیری گھوڑی
ٹرک ماما تیری گھوڑی

(۶۱)

بچوں کے لیے گائے جانے والے گیتوں اور لوریوں میں ہلکی پھلکی ہنسی چہل کی باتیں ہوتی ہیں جیسے اس لوری میں ماں کی محبت بھری مامتا دکھائی دیتی ہے۔

''لوری''

پُروا ہولے ہولے آ ہولڑیا نے جھولا جُھلا
آئی رے پُروا ہولے ہولے ہولڑیا ہانسا جا

مفہوم: اے ٹھنڈی ہوا دھیرے دھیرے آنا چھوٹے بچے کو جھولا جھلانا۔ ہوا دھیرے دھیرے آئی تو بچہ ہنسنے لگا

(۶۲)

اکثر قائم خانی بوڑھی خواتین بچوں کو بہلانے کے لیے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر دودھ بلونے کے انداز میں کچھ اس طرح گیت گاتی ہیں:

جگر مگر بھئی جگر مگر

جاگیر دار کی بیٹی مھارا چھا مانگن آئی
آج چھا کونی بھئی کال لینا آئی
جگر مگر بھئی جگر مگر
بھینس کی دھی رانی مھارا چھا مانگن آئی
آج چھا کونی بھئی کال لینا آئی
جگر مگر بھئی جگر مگر

جاٹنی کو بیٹو رووے
رووا ھے تو روون دے
منے دودھ بلون دے

جگر مگر بھئی جگر مگر

جا گیر دار کی بیٹی مھارا چھا مانگن آئی

آج چھا کونی بھئی کال لینا آئی ۵۹

مذکورہ بالا مطالعہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ قائم خانی بولی اوراس کا ادبی سرمایہ ثقافتی اورتہذیبی لحاظ سے ایک الگ پہچان رکھتا ہے ان کا لوک ورثہ ان کے علاقے اوران کی زندگی کی پوری عکاسی کرتا ہے اس میں ان کی انفرادیت بھی نظر آتی ہے یہ ورثہ ان کی مذہبی، معاشی، معاشرتی زندگی، رسم ورواج اور تہذیب وثقافت کا مرہون منت ہوتا ہے جس سے ماضی حال اور مستقبل ایک حد تک نظر آ جاتا ہے

فرہنگ

''آ''

آچھو	اچھا	آنگٹا (آنگڑاں)	آنگن
آیا	غصے	آپی	خود ہی
آوڈِیو	اوڑھتی	آوَتا	آتے ہوئے
آوَتڑا	آتے		

''ا۔الف''

اوجُون	واپس	اَوَلیُو	آڑلینا، چھپنا
اُڈنَکھ	اِدھر	اوپڑ ڑاں	مٹی کے بنے ہوئے گھر کی گول چھت
اُرلے	نزدیک	اُن چُھنڑ	جیسے تیسے کر کے
اوکن	بیوی (سوکن کی ضد)	اُونٹھی پُونٹھی	بَچا کُچا
ارجوں	سمجھایا	اِیکلی	اکیلی
اِیس (اےں)	اس ان	اَلبَت	البتہ
اُڈھاوے	اُوڑھانا	اَپ چھَل رَاج	خود مختار حکومت
اوبَڑِی	تیز رفتار، جوان	اُپا رَ	تپش
اَٹ مَٹا	اداس	اوں جا	اُدھر،وہاں

''ب''

بالکی/ بالکڑی	چھوٹی بیٹی	بَاپُو سَا	باپ، بڑا
بَانُ (بانڑ)	حصہ (گھر کا الگ حصہ)	بُھور/ بھاوَنڑ	بہو
بِنڈا	بستر	بَڑُ	گُھس جانا، چُھپ جانا
بھاءِلی	سہیلی	بیاوَڑی	شادی شدہ
بگڑُ بٹا	محلے میں بانٹنا	بِدُ	کس جگہ، کہاں
بِھرُٹھی	ناراض/ برُ چتَا	بارتیِوَار	تہوار کے دن
باوڑا	واپس آنا	بھنُور	شوہر
بَیِل بَدائی	نسل بڑھانا	بَدُ بَدُ	پَھلو پھولو
بُھوجنیا	کھانا	باوَڑِیاں	گھر کے باہر والا حصہ
بَارِی	کھڑکی	بَڑُلیو	بڑا
بَاجھڑیُو	گائے کا بچہ، بچھڑا	بھاَگیُو	بھاگا
بَاڑُ	چھاڑیاں	برجُوں	ڈانٹنا
بَچیہ	بچے	باگ/ باگاں	باغ
بِکرا	کھلے، جدا، بکھرے	بِیُر	بھائی
بھانڑ	بہن	بیند/ بیندڑو	دولہا
بَن	جنگل	بھاوے	اچھی/ بھانا
بِلکھت	رونا، بلکنا	بھاوجڑی	بھابھی/ بھاوج
بِیُرا	معلوم نہیں	بھیڑا	بڑا
بھیلا	اکٹھا	بالک	بچہ

''پ''

پَپِہو	پرندہ، پپیہا	پھیکری	فقیری
پِیَر، پیہر	میکے	پانڑی (پان ڑی)	پانی

پنیھاری/پنیہار	پانی بھرنے والی عورت	پربھاتی	سہیلی
پو	رکھنا،تواضع کرنا	پُروَا	آگے،ہَوا
پچھُوا	پیچھے	پیائی	پلائی
پُونِیاَ	پکایا	پَانْ سیر	پانچ سیر
پَرنا	لانا،شادی	پَوٹ	چھوٹے موتی
پدھاری	تشریف رکھیے	پُوٹ	بیٹا
پَرے	دور	پَاچھِ	واپس/پیچھے
پاؤنڑا	مہمان	پَھیر	پھر
پَھاکا	فاقہ	پگ	پاؤں
پُروا	ہوا	پچھیڑی	جوان گھوڑی
پَندَھاوے	اچھے،صحیح طریقے	پاَنکھ	پَر (مور کے پَر)
پُونچھ	دُم	پھِٹ پھِٹ	دور ہو/دفع ہو
پُور	پھٹے پرانے کپڑے	پُوس	گھاس پھونس
پوڑِیو	رہتی،گزارا کرنا	پان	پتے
پانْجھ	کھول کر،پڑھ کر	پورتھی	فال/پوٹلی
پَھاپَھا	جھگڑا/مسئلہ	پَا	پاس

"ت"

تال	تالاب	تھارِی	تمھاری،آپ کی
تاپ	بخار		

"ٹ"

ٹُریَو	ہوا	ٹیوٹا	زیور
ٹُپری	جھونپڑی	ٹنڈے	ٹنڈو جان محمد
ٹیکن	ٹوکنا،دعوت دینا	ٹبّے	ٹیلے

ٹابر/ٹابراں	بچہ/بچے		

''ج''

جالڑِی (ج ال ڑی) (ل ساکن)	جالی	جَنگلاں	جنگل
جَھالاَ	ہاتھ کا اشارہ	جَینڈ	زین،لگام
جِھڑ	بوند	جِیم	ساتھ،جی لیا
جَان	بارات	جُوڑ	تیار،ساتھ
جَچّہ	زچہ	جَلَمَا/جایا	پیدا
جِی وَنیوں	دل بھر کر کھانا	جُلا بوند	نرم روئی
جاوَنڑَا	جاتے	جُو داٹے (جوداڑے)	جودھ پور
جِیاں	جس طرح	جالم	ظالم
جد/جِت	جب		

''چ''

چُوگے/چُگائے	کھولے،کھائے	چَھاں	چھاؤں
چَولِیا	ٹوکری	چُوڈھ	پیارا
چُونری	دوپٹہ	چِھن	بوندیں
چَنڑو	چنے	چِیکُڑھس	چکنی
چَتر	ماہر	چَاوَ	شوق،چاہت
چِرملی	شرارتی	چَوکھے	منہ کے اندر
چُونکھ	اُدھر		

''د''

دُھوبَاگن	سوکن کی ضد، جس بیوی کو چھوڑ دیا ہو	دُوھڑ پَڑی (دھوپ ڑی)	دھوپ
دَھیُورِٹی	پیاری بیٹی	دِھیمے مَدُرُو	آہستہ، ہلکے سے
دُھورَا	پاس	دِنَاں	دن

دؤئی	دو	دیؤلا	دیوار
دھرِی	رکھی	دائے	پسند
دیُر،دؤر	دیورانی	دہی باٹیا	دہی میں روٹی بھگوکر

"ڈ"

ڈیکرو	بیٹا،لڑکا	ڈونگر	گول پیالے کی طرح
ڈھل تی	ڈھلتی	ڈھائے	گراکر
ڈولے	گرنے والا	ڈھگورا	ڈھنگ
ڈھولا	شوہر	ڈیل	قد
ڈگن	بانس کی طرح لمبی		

"ر"

رڑکو	تیز	رندھاواں	کھانا پیش کرنا،کھانا پروسنا
رائے رانی	اچھی رانی (بیوی)	رکیبی	رکابی، پلیٹ
روج گار	روزگار	راجن	لاڈلا بیٹا
روک رُوپیہ	نقدروپے	رسوئیاں	باروچی خانہ،رسوئی
روس	ناراض		

"س"

سیُورا (سےورا)	سہرا	سازاں	سب،سارے
سکرکوئی	چھوٹا کنواں	سُوریا	سورج
ساونڑ (س اون ڑ)	ساون، برسات	سُرنگ	تیز
سُٹیو (س ں ڑی و)	سن لو	سئیں	سے
سگندُ	خوشبو	سُورنگی	رنگین،کئی رنگ
سُونی	اداس،تنہا	سیجاں	سیج، (دلہن کا بستر)
ساسرا	سسرال	سب ری گھڑی	اچھاوقت

سَدْھار	سنبھالنا	سَاجے	سجے
سُواپ	مزاج، برتاؤ	سُوپا	سُلانا
سردار	شوہر کے لیے استعمال ہوتا ہے	سَاتھیڑا	دوست
سَاچا، ساچ	سچا	سُونی	سُنار
شَاہ پُرسے	امیر گھرانے کی	شَام	شوہر
سَٹوَاں (س ں ڑواں)	خالص	سُوندھی	نرم
سَرَاڑے	سرھانے		

«ک»

کاں	کی	کھوٹھلیاں	کھوٹھے، کمرے
کھٹلی	چھوٹی چارپائی/کھٹولہ	کھڑے	کہاں
کُنڑ (کُ ں ڑ)	کون	کِھلکلی	کھکھلا کر ہنسا
کُل	تمام، مکمل	کھانڈ	چینی
کھوس	خوش	گاگلیا/کاگلا	کوا
کونی	نہیں	کیُسریا	دولہا
کنوَر	بادشاہ (مراد دولہا)	گالئیاں	کلیاں
کانئ (کاں ئ)	کیا	کھینو	کڑکنا
کڑڑا	سخت	کھلا	بھجوا
کھرچ	خرچ	کُنالُ	چھوٹی ذات والے
کِیں	کسی	کاٹھ	لکڑی
کھنڈیاں	کھیت	کھرساڑی	خراساں (افغانستان)

«گ»

گُونتھا	گوندھا ربُنا	گُھتاواں	گوندھوں
گاُڑے (گاں ڑے)	گیت، گانے	گُلیچھ (گال ی پ ھ)	غلاف

گوَرو	اچھاعمدہ	گیئوں (گےاوں)	گندم
گھانٹ	گہرا	گھوڑلا	گھوڑا
گاوَت	گاناگاکر	گورِی گاھ بیٔائی	گائے کا بچھڑا پیدا ہوا
گادڑیا	گیڈر	گھڑادوں	بنوادوں
گوڑا	لڑھکا		

"ل"

لکھؒ	لاکھ	لاپسی	آٹے اور پانی کا پتلا آمیزہ
لڈوَا	لاڈلا	لیکھ لیکھا	قسمت کا لکھا
لیُسوں	لوں گی	لنڈَوری	چھوٹی دُم کی، بغیر دُم کے
لونکڑی	لومڑی		

"م"

مَیندی	مہندی	مَاں رمھیئں	میں
مَوج سیوں	اپنی مستی میں	مَورِیا	مور
مَا	سے، اندر	مَاں ڑی	میری
مَائی	اس میں	مَن کوڑ گھنڑ و (گھں ڑو)	دل میں بہت پیار ہے
مِینو	مہینا (ماہ)	مُرچے	کلائی
مُنکھ رمُکھڑا	مُنہ یاچہرہ	مُوڈَھے	کرسی (جوکانوں سے بُنی جاتی ہے)
مھاَروجی	شوہر	مَاں کاجَایا	بھائی
مَودَے	نکمے	مَوکلاں	بھجوانا
مَڑجی	نند اور نندوئی	ماڑو	کمزور

"ن"

نیر	پانی	نَر	بالوں کی باریک چوٹیاں
نَارَ	عورت	نجرُ	نظر

رَدھریے	غریب شوہر	ناجُک	نازک
نَنڈ رنانڈ	نند	نَوتن	بُلاوا دینا

”و“

وَڈھاوے	بڑھائے	وَن روَنڑ (وں ڑ)	درخت
وَادھن	سوکن/دوسری عورت		

”ھ“

ھجرت	حضرت	ھماں	ہم
ھوریں	حوریں	ہم جا	ھمیں
ھینڈ	جھولا جھولنا	ھاٹ	پاس
ھیلا مار	آواز لگانا، پکارنا	ہڑ ہڑ	زور زور سے
ھولر/ھولریا	چھوٹا بچہ	ہلوا ہلواں	آہستہ آہستہ
ھریا	ھرا	ھالی (ھال ڑی)	کسان

(ضمیمہ)

قائم خانی لوک کہانیاں

قائم خانی لوک کہانیوں سے اس قوم کے اخلاق وادب، ان کی تہذیب وثقافت، رسوم ورواج اور فکری مذاق کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نسلاً بعد نسل منتقل ہونے والے یہ جواہر ریزے اپنی سج دھج کے اعتبار سے اس بات کا پتا دیتے ہیں کہ قوتِ اختراع و اظہار کا فقدان یہاں نہیں تھا۔

قائم خانی بزرگ بچوں کو بگلا اور بگلی کا گیت سناتے ہیں جو ایک منظوم کہانی ہے جب ایک جاٹ نے بگلی کو جوار (اناج) پھیلا کر جال میں پکڑ لیا تو بگلہ اور بگلی کے درمیان منظوم مکالمہ ہوا جس کے چند اشعار مل سکے۔

بگلا: مھیئں تنا ارجوں سوں تنا برجوں سوں
تو جاٹ کی جوار مت کھایئے رے بُگلی
بُگلی: مھیئں جیٹوں بسوں مھیئں جاگوں سوں
تو بچیہ کا دھورا جائیارے بُگلا

یعنی بگلہ نے بگلی کو ڈانٹا اور سمجھایا تھا کہ جاٹ کی جوار مت کھانا ورنہ نقصان اٹھاؤ گی اب جب بگلی جال میں پھنس گئی تو بگلے کی منت سماجت کرتی ہے کہ میں زندہ ہوں جاگ رہی ہوں مگر مجبور ہوں تم بچوں کے پاس ضرور جانا۔

گڑھا گیل ٹھیکری، ماں گیل ڈیکری

راجستھان کے ایک گاؤں مھیئں ایک بنیا سیٹھ رہوے تھا وا گھنڑ ی دھن دولت مان اَلا آدمی تھا اُوں کے چار چھورے تھے۔ اُن تیناں کا تو بیاہ کر دیا چوتھا چھوٹنیا بیٹا جو سارے گھر الاں کا لاڈلہ تھا وا اِبی تک کنوارا تھا ایک دن چھوٹنیا آنپڑی ماں سیئں کہن لاگا: اے ماں! مھیئں آنپڑی مرجی سیئں بیاہ کروں گا اُوں کی ماں یا سن کہ گھبرا گی آر انپڑے پوت نے سمجھان لگی۔ بیٹا! مھاری برادری میں اَیاں کونی ہوا اے تھارے باپ نے پَرا لاگ گیا تو گُسا کرے گا۔ پَر والاڈلا سپوت نی مانا۔ سیٹھ نے جد پیر اپڑا تو اُن لُگا ئی سیئں پوچھا کہ وا کیئں نے پسند کرے ھے لگائی بولی! پسند تو کونی کرے ھے پر بیاہ پسند کر کے کرنا چاوے ای۔ جد دونوں جنڑے مان گے ار بیٹے نے بولے! آنپڑی پسند بتا دے تھوڑے دناں کے بعد بیٹا نے بتا دیا۔ وا دونوں بھوت پریشان ہوگے، کہ بیٹا یا آنپڑی برادری کے کونی آر چھوری کی نانی کنواں مھیئں کود کے مری تھی، تو اُرے رہن دے پر بیٹا بولا! یا چھوری سُروپ اے اَر ماں باپ بھی پیسے والے ایں مھیئں تو اُرا ائی بیاہ کروں گا۔

چھوری کی نانی نے جو کیا۔ اُو مھیئں چھوری کا کے کسو رتنگ ھار کے اُوں کا بیاہ اُوں جگہ اجئ کر دیا کچھ مھینے کے بعد سیٹھ نے سوچا اِب چھورے نے سبک دیو۔ اُن سارے چھورا نے بلایا آر کہن لاگا! اِب مھیئیں بوڑھا ہو گیا گھر اں بیٹھنا چاؤں ھوں تھم سار اں

کے لیے ایک بڑا باگ لیا ہے۔ جیئں کے کیمی پیسے اور دینے ھیں تھام آنپڑی لگائیاں کا گہنا لاؤ تو سارے پیسے دے دوں، اُناں نے گہنے پھیرا گلے سال بنوادوں گا۔ بڑلے تین چھورے تو کہنے لگے آئے پر چھوٹنیا چھورا کھالی ھاتھ آیا کہن لاگا میری لگائی کونی دے ری وا بولی گہنا نے ھاتھ لگایا تو مھیئں کنوویں میں کود جُو گی۔ یا سن کے سیٹھ بولا! تھام سب بھی یا گہنے واپس لے لو۔ مھیئں تو اِیں نے سمجھارا تھا کہ ساری عمر اِسی بات سیئں دَبے گا کہ کنویں میں کود کر مر جا گی، اُوں دن سیئں یا کہبت مسھور ہے کہ گڑھا گیل ٹھیکری، ماں گیل ڈیکری (یعنی والدین کے ہر کام میں بچوں کے لیے بہتری اور دانائی ہوتی ہے)

بَھلو منُخ (نیک آدمی)

ایک دفعہ کی بات ہے کہ کوئی گاؤں میں ایک غریب آدمی لکڑیاں کو کام کرتو ھو، بو روزینہ روئی (جنگل) میں جاتو اور بڑیتھو (Britho) لکڑیاں لاتو اور باں نے بیچ کے اپڑتوں گذارو کرتو، بو۔ منخ ھو بڑو سانچو کدے ھی جھوٹ کونی بولتو۔

ایک دن بو دریا کے کنے (نزدیک) لکڑیاں کاٹ ریو ھو لکڑیاں کاٹتے کاٹتے بیکی کلھاڑی بیکے ہاتھ سے چھوٹ کر دریا میں گر گی نیک آدمی نے بوڑو دکھ ھویو تو فکر ہوگی کہ آج ٹابراں (بچوں) نے کے (کیا) کُھلا سوں۔

بو رونڑے لاگ گیو۔ ابھی وار رو یو ھی ھو کہ پانڑی۔ میں سے ایک پری نکلی۔ با آدمی پوچھی کہ تو کیوں رو رریو ہے، موٹیار آدمی وا بولیو کہ میری کلہاڑی بانڑی میں گر گی اور میں ایک بوڑو غریب آدمی ہوں۔ پری آ سن کی دریا میں گودی ایک سونے کی کلہاڑی نکال کے لائی۔ آدمی نے کلہاڑی دِکھا کہ بولی کہ آ تیری کلھاڑی ھے۔ آدمی بولیو کہ نہیں آ تو میری کونی، پری پا چھی پانڑی میں کودی اور ایک چاندی کی کلھاڑی نکال کر لائی۔ آدمی بولیو کہ آ بھی میری کونی۔ میری تو کلھاڑی لو یا کی ہے۔ پری پھیر (پھر) کودی تو اب کے اصل کلھاڑی نکال کر لائی۔ آدمی اپنی کلھاڑی دیکھ کر بوڑو راضی (راجی) ھو یو اور بولیو کہ آ ہی میری کلھاڑی ہے۔ پری او جواب سن کر بوڑی راضی ہوئی اور بے دونوں کلھاڑیاں بھی بی آدمی نے دیدی۔

تیسو کا گلو (پیاسا کوا)

ایک بار ایک کاگلے نے بڑی (بہت) تیس (پیاس) لاگی بو (وہ) پانڑی ڈھونڈ نے اُٹھینے بیٹنے (اِدھر اُدھر) اُڈیو۔ بیکی نظراں پانڑی کا نی ھی۔ پر پانڑی کونی لادیو۔ بو بھی ہمت کونی ھاریو اور پانڑی ڈھونڈ تو ریو۔ اِتا میں بیکی نظر ایک باغ میں ایک گھڑے پر پڑی بو اڑ کے بٹھے گیو اور پانڑی پینڑے کی بوڑی (گھریں بہت) کوشش کری پر پانڑی تھوڑ وھواتے میں بیکے دماغ میں ایک ٹڑ (ترکیب) آئی بو اُڈ کے گیو اور اپڑیں چونچ میں ایک چنو (چھوٹو) سو بھاٹو (پتھر) لے کی آیو اور بو بھاٹو بِی گھڑے میں ڈال دیو تو پانڑی تھوڑ وسو او پر آ گیو۔ بو پاچھو (واپس) گیو اور بار بار بھاٹا لے کی آتو اور گھڑا میں ڈالتو رہتو اور اِیاں پانڑی دھیرے دھیرے اوپر آ تو

گیواور گھرے کی منھ تک آ گیواب کا گلودھاپ (سیر ہوکر) کی پاٹڑی پیواورا ُڈ گیو۔

کمیڑی کی کہانی

قائم خانی سماج میں کئی لوک کہانیاں بھی ہیں۔ دن بھر کے کام کاج کے بعد دادیاں، نانیاں رات کو اپنے بچوں کو کہانیاں سناتی ہیں جس سے دوراندیشی اور بہادری کا سبق ملتا ہے یہ کہانی ایک مجبور فاختہ کی ہے۔

ایک جالم ھالڑی آپ کا کھنڈیاں ماں جال ڈال کر کمیڑی نئے پکڑ لینا۔ سکار کھاتر پھانس لینا، مارنا تائیں کونی پکڑو۔ کمیڑی آپ کا ٹابراں تائیں داناں لین جاری تھی، اَر اِب تڑے سوں کھنڈیاں ماں پنجراماں بندھ ری تھی۔ جدسام نئے گائیاں کو گوالیا آپ کا گھراں جارو تھا توبِی کمیڑی روتا روتاہِی نئے ھیلو دیو۔ (یہ نظم کی صورت میں ہے)

گایاں را گوالیا رے میرا ویر	ٹرمک ٹوں
بندھی کمیڑی چھوڑائی رے میرا ویر	ٹرمک ٹو
ڈونگر میں میرا بچیا رے میرا ویر	ٹرمک ٹو
ناناں ناناں بچیا رے میرا ویر	ٹرمک ٹو
آندھی سواُڑ جاسی رے ویر	ٹرمک ٹو
مینہ میں بھیگ جاسی رے میرا ویر	ٹرمک ٹو

یا سن کے گوالیا کی آنکھ میں آنسو آ گیئو واجالم ھالی کن گیئو اور بولو یا گاھ لے لے اَر کمیڑی نے چھوڑ دے پکرواھالی نہ ماما اُوں کئے باداونٹاں کا ٹولا آیا پھیر کمیڑی بِی نئے ھیلو دیا اَر گیت گایا۔ وابھی ھالی کن گیا اَر بولا اونٹ کے بدلا ماں کمیڑی نے چھوڑ دے وانہ مانا پھیر نو ہی بکری کا رَکھالا آیا یا سب ایک چو ہا دیکھ را تھا واھالی کن گیا اَر بولا ماں بِل کا راجہ ہوں تو کمیڑی نئے چھوڑ دے ماں تنے سوناں دوں گا جالم ھالی جَھٹ مان گیا اَر کمیڑی نئے چھوڑ دیا چوہا بھاج کئے بِل ماں گھوس گیا اَر ھالی ھاتھ ملکتا رہیا۔ کہبت ہے۔

جت لالچی ہوویں اُونجاں ٹھگ بھوکے نِی مریں

ایک ظالم کسان نے اپنے کھیت میں جال لگا کر فاختہ (قائم خانی میں اسے کمیڑی کہتے ہیں) کو پکڑ لیا۔ شکار کے لیے نہیں (مارنے کے لیے نہیں) پکڑا، صرف قید کیا۔ کمیڑی پنے بچوں کے لے خوراک لے جانے آئی تھی اور اب صبح سے کھیتوں میں بندھی تھی جب شام کو گائیوں کو گوالا اپنے گھر لے جا رہا تھا۔ کمیڑی نے روتے ہوئے اس کو آواز دی۔

یہ سن کر گوالے کی آنکھ میں آنسو آ گئے وہ ظالم کسان کے پاس گیا اور کہا گائے لے لے، فاختہ کو چھوڑ دے۔

کسان نے اس کی بات نہ مانی اور انکار کر دیا۔

اس کے بعد اونٹوں کا ٹولا آیا اور پھر کمیڑی نے اُسے آواز دے کر گیت گایا وہ بھی کسان کے پاس گیا اور اونٹ کے بدلے کمیڑی چھوڑنے کو کہا مگر کسان نہ مانا اس کے بعد بکریوں و بھیڑوں کے رکھوالے آئے۔

مگر کسان نہ مانا۔ یہ سب کچھ ایک چوہا دیکھ رہا تھا وہ کسان کے پاس آیا اور کہا میں نل کا راجہ ہوں اگر کمیڑی کو چھوڑ دے تو تجھے منوں سونا دے سکتا ہوں

کسان فوراً مان گیا اور کمیڑی کو چھوڑ دیا تب چوہا فوراً بل میں چلا گیا اور کسان ہاتھ ملتا رہ گیا۔

ایک قائم خانی کہاوت ہے:

''جہاں لالچی ہوں گے وہاں ٹھگ بھوکے نہیں مرتے۔''

''جھنڈیا'' کی کہانی

کیں گاؤں مھیئں ایک چھوٹا بالک رہووے تھا اُوں کا نام تو بیرانی کے تھا لاڈ مھیئں اُونے سب جھنڈیا کہویں تھیں۔ جدوا بھیڑا ہو کے بھاگن دوڑن لگا تو واماں سے بولا کے منّے نانی کے گھراں لے چل اُت دہی باٹیا کھا کے موٹا جھوٹا ہوؤں گا، اُوں کی ماں بولی اِب باجرا کی بٹائی ہوری ہے اِبی نہ جا سوں۔ جھنڈیا روس گیا اَر چُھپ کے نانی کے گھراں کانی چال دیا۔ رستے مھیں ایک جنگل آیا پہلے پیل مل گیّا گادڑیا۔ وہ بولیو: جھنڈیا رے جھنڈیا کت چالا

جھنڈیا بولا: نانی کے۔

گادڑیا بولا: مھیئں تجھے کھا جوں؟

جھنڈیا بولا: ماں میری نانی کے جا آئیو دہی باٹیوں کھا آئیوں اَر آتے نے کھا لیے

آگے گیا تو مل لونکڑی اُونے بھی یائی بول کے چکما دیا پھر ملو کوؤں، کرتے کرتے وانانی کے پہنچ گیا۔ نانی نے دہی کھلایو، دودھ پلایاو، پھر بابولا مھیئں مھارے گھراں جاسیوں۔ نانی بولی بیٹا تو ماڑو کیوں ہوؤے۔ جد بولا منے تو جانور کھا جاسی کہ مھیئں تو واعیدو کر کے آئیو ہوں تو بولی بیٹا تنے ایک ڈھاکی گھڑا دے سیوں اُوں کا ماما ڈھاکی گھڑا لایا کاٹھ کی، بی مھیئں بٹھا دیو اِب بیٹا تنے کوئی کھاسی، پھر ڈھاکی نے میٹرھ کے میرھ کے گوڑادی۔ ڈھاکی کٹ مٹ کٹ مٹ گوڑتی جا۔ آگے مل گیا گادڑوں بولا رے ڈھاکی کے گھیٹیا کے ہو را ھے۔ تو وا بولا: کت کا گھیٹیا کت کا توں چال میری ڈھاکی ڈھماک ڈھوں وا آگے نکل گیا پھر لونکڑی ملی یوں کرتے کرتے مل گئیو کوؤں، با کا گلا دانت کی ماری تو اُوں مھیئں سے جھنڈیا نکل آیا تو کا گلے نے کووا، کووا...... کر کے سب نے بھیلا کر لیا سیئں بھیلا ہو گیا کوئی بولیو کہ مرچی لاؤ کوئی بولا لون لاؤ، کوئی بولا ہانڈی لایا، جھنڈیا نے کاٹ کے پکا سی اَر لونکڑی نے کنے بیٹھا دیو۔ سب چال گئے تو جھنڈیا بولا منے نے سوں سوں آئیو میں سوں سوں کر سوں واٹبے کے پیچھے جا کے ایک پیسو دھر کے بولا جت تک مھیئں میری ماں کے گھر

نی جاؤتوں بول بوکر یے۔لونکڑی ہیلا ماریا جھنڈیارے۔وابول بوکریا اُو،اُو......جد سارے جانور آئے بولے جھنڈیا کت اے،تو بولی تو جھنڈیا تو بی درخت کے سہارے بیٹھا ہے باگیا دیکھیوتو جھنڈیا تو ھے ہی کونی تب بولے مرانڈ واتو بھاج گیا اِب تنے کاٹ سوں پھیر لونکڑی نے کاٹی پکا ار کھائی ٹکائی۔

کسی گاؤں میں ایک چھوٹا سا شرارتی بچہ رہتا تھا اس کا اصل نام تو معلوم نہیں کیا تھا پیار سے سب اسے جھنڈیا کہتے تھے جب وہ بڑا ہو کر بھاگنے دوڑنے کے قابل ہوا تو اُس نے اپنی ماں سے کہا کہ مجھے نانی کے گھر لے چلو وہاں دودھ،مکھن کھا کر موٹا اور بڑا ہو جاؤں گا اس کی ماں نے کہا: ابھی باجرے کی فصل پکنے کا موسم ہے ابھی ہم نہیں جا سکتے۔جھڈیا ضد کرنے اور رونے لگا آخر مجبور ہو کر اس کی ماں کہنے لگی اچھا میں تمھیں ایک ٹامکی (چھوٹی سے ڈھونکی) بنا دیتی ہوں تم اس میں چھپ کر بیٹھ جانا اور لڑھکتے لڑھکتے نانی کے گھر پہنچ جانا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ماں نے اپنے پیر (میکے) کی طرف ٹامکی سمیت جھنڈیا کو لڑھکا دیا،جھنڈیا جا رہا تھا کہ راستے میں ایک جنگل آیا اور ایک گیدڑ کی اس پر نظر پڑ گئی جھنڈیے کو دیکھ کر اُس کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ بولا:

جھنڈیا رے جھنڈیا کِت چالا؟ (جھنڈیا کہاں چلے؟)

جھنڈیا بولا: نانی گن (نانی کے پاس)

گیدڑ: مھیئں تنے کھاؤں گا؟ (میں تجھے کھاؤں گا؟)

جھنڈیا: اِب تو مارے میں ہڈیاں ہیں میں نانی کے گھر اس سے دہی باٹیا (دہی میں بھیگی ہوئی روٹی) کھا کے موٹا جوٹا ہو کے آجوں جد کھا لیے۔

گیدڑ: اس کی باتوں میں آ گیا اور اُسے جانے دیا اِسی طرح راستے میں اُسے اور بھی جانور ملے جھنڈیا سب کو چکمہ دے کر نانی کے گھر جا پہنچا سب اُسے دیکھ کر حیران ہوئے آخر وہ خوب کھا پی کر چند دن بعد واپس گھر جانے کی ضد کرنے لگا تب نانی نے بھی اُسے ٹامکی میں بیٹھا کر لڑھکا دیا۔جب وہ جنگل میں پہنچا تو اسے گیدڑ ملا جو اُسی کا انتظار کر رہا تھا۔

گیدڑ بولا: اُرے آ۔جھنڈیا میں تنے اِئی اُوڈِک راتھا (میں تجھے ہی ڈھونڈ رہا تھا)

سارے جانور آ گئے

جھنڈیا بولا: تو ایک کانی (طرف) ھو جا مھیئں اُرے ائی اپناں ایک کام کر لوں پھیر کھا لیے (تم ایک طرف ہو جاؤ میں یہیں پر اپنا ایک کام کر لوں پھر کھا لینا)

جھنڈیا نے جلدی سے جیب سے ایک آنے کا سکہ نکالا اور ٹامکی میں رکھ کر خود اپنے گھر کی جانب دوڑ لگا دی کافی دیر بعد جب گیدڑ نے وہاں آ کر ٹامکی کو ہلایا جلایا اور جھنڈیے کو آواز دی تو سکہ بجنے لگا وہ بے چارہ یہی سمجھتا رہا کہ جھنڈیا اپنا ضروری کام کر رہا ہے

اِدھر جھنڈیا آرام سے اپنے گھر پہنچ چکا تھا۔

حواشی:

۱۔ تاج محمد خان،''تاریخ راجپوت قائم خانی''، ڈگری، میر پور خاص، س ن، ص ۶۱۔

۲۔ محمد یاسین خان،''ہیرے اور کنکر''، باراوّل، قائم خانی ریسرچ سینٹر، ترگڑھ، ملتان، ۲۰۰۱ء، ص ۳۴۔

۳۔ ڈاکٹر نذیر فتح پوری،''تاریخ وتذکرہ فتح پور شیخاواٹی''، پربھات پرنٹنگ ورکس، پونے، ۲۰۰۳ء، ص ۳۰۔

۴۔ ڈاکٹر فیروز احمد،''راجستھانی اور اردو''، گلوبل کمپیوٹرس اینڈ پرنٹرس، رام گنج بازار، جے پور، ۲۰۱۰ء، ص ۳۲۔

۵۔ ڈاکٹر عزیز انصاری،''اردو اور راجستھانی بولیاں''، حرا فاؤنڈیشن پاکستان، کراچی، ۲۰۰۰ء، ص ۸۷۔

۶۔ ڈاکٹر عبدالرؤف پاریکھ،''پاکستانی زبانیں اور تحتی بولیاں اور قومی یکجہتی''، مشمولہ ''تحقیق''، شمارہ ۱۶، شعبۂ اُردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۲۰۰۸ء، ص ۵۳۔

۷۔ کنور نثار احمد،''راجپوتی رسم ورواج'' ہریانہ اردو اکیڈمی، ڈانوراں، ۲۰۰۱ء، ص ۷۔

۸۔ پروفیسر وہاب اشرفی،''اردو میں لوک ادب کی روایت''، (مقالہ) مرتبہ: ڈاکٹر شازیہ عنبرین،''اردو، دیگر پاکستانی زبانیں اور لوک ورثہ''، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۷۔

۹۔ ڈاکٹر وحید قریشی،''پاکستانی قومیت کی تشکیل نو''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۱۲۷۔

۱۰۔ ڈاکٹر شازیہ عنبرین،''اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کی لوک اصناف''، ص ۳۷۔

۱۱۔ رفیق خاور،''گیت مالا، بنگلہ لوریاں اور لوک گیت''، ادارۂ مطبوعات پاکستان، کراچی، ۱۹۹۵ء، ص ۱۵۔

۱۲۔ ڈاکٹر انوار احمد،''اردو میں پاکستانی لوک ادب کے تراجم'' (مقالہ) مرتبہ: ڈاکٹر شازیہ عنبرین،''اردو، دیگر پاکستانی زبانیں اور لوک ورثہ''، ص

۱۳۔ ڈاکٹر اعظم کریوی،''دیہاتی گیت''، دیباچہ، سگما پریس، راول پنڈی، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء۔

۱۴۔ یوسف خان جھوجھنوی،''تنویر قمر'' نواں جھوجھنوں، ۱۹۶۵ء، ص ۲۱۔

۱۵۔ ڈاکٹر نذیر فتح پوری،''اردو کا اثر راجھستانی بولیوں پر'' پونے، اسباق پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص ۱۰۰۔

۱۶۔ ڈاکٹر نسیم بانو،''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، گوران پرکاشن، جودھپور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۵۴۔ (یہ جکڑی پاکستانی قائم خانی خواتین نے بھی سنائی اس میں چند الفاظ کا فرق ہے۔)

۱۷۔ یہ ''جکڑی'' ٹنڈو جام اور ٹنڈو جان محمد سے تعلق رکھنے والی چند قائم خانی خواتین سے سُنی جن کے نام اللہ رکھی، عنایت بانو، قادر بانو، سعیدہ بیگم، ہانسی خاتون اور دیگر۔

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔ ڈاکٹر نسیم بانو،''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، ص ۲۵۴۔ (جو گیت پاکستان میں بسنے والی قائم خانی خواتین نے سنائے ان میں متعدد ڈاکٹر نسیم بانو کی کتاب میں موجود ہیں مگر لہجے میں معمولی سا فرق ہے جو کہ ہندوستان اور پاکستان میں مقیم قائم خانیوں کی بولی اور لہجے پر اردو اور ہندی کے اثرات کو ظاہر کرتا ہے۔)

۲۰۔ ایضاً، ص ۲۵۵۔

۲۱۔ اس جکڑی سے ملتا جلتا ایک دوہا ریٹا شہانی نے اپنی کتاب ''میرا بائی سے وارتالاپ'' میں تحریر کیا ہے جب کہ راقمہ کو قائم خانی خواتین (ٹنڈو جام) سے سننے کو ملا۔

۲۲۔ حبیب خان،''ترجمان قائم خانی''، قائم خانی ویلفیئر ایسوسی ایشن کراچی، دسمبر ۲۰۰۵ء، ص ۱۸۔

۲۳۔ نوکوٹ سے تعلق رکھنے والی بزرگ خاتون ''ہانسی بیگم'' سے سنی جب کہ ڈاکٹر نسیم بانو کی کتاب میں صفحہ نمبر ۲۹۹ تا ۳۰۰ پر اس سے ملتے جلتے اشعار موجود ہیں۔

۲۴۔ ڈاکٹر وزیر آغا،''اردو شاعری کا مزاج''، مکتبۂ عالیہ، ۱۹۷۸ء، ص ۱۷۳۔

۲۵۔ ڈاکٹر نذیر فتح پوری، ''اردو کا اثر راجستھانی بولیوں پر''، ص ۸۹۔
۲۶۔ یہ گیت تاج محمد خان (ڈگری) سے سنا۔
۲۷۔ کیپٹن (ر) معین الدین خان (ہتنگو ضلع میر پور خاص) نے یہ گیت راقمہ کو ارسال کیا۔
۲۸۔ ڈاکٹر نسیم بانو، ''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، ص ۳۰۷۔
۲۹۔ یہ گیت قائم خانی خواتین (جھڈو) نے سنایا جو کہ باغ علی شوق کی کتاب ''راجستھانی زبان و ادب'' کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۵۷ پر بھی درج ہے
۳۰۔ ڈاکٹر نسیم بانو، ''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، ص ۲۵۷۔
۳۱۔ ایضاً، ص ۱۹۲۔
۳۲۔ ڈاکٹر شازیہ عنبرین، ''اردو دیگر پاکستان زبانیں اور لوک ورثہ''، ملتان، ۲۰۱۳ء، ص ۳۹۔
۳۳۔ ڈاکٹر نسیم بانو، ''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، ص ۱۹۶، ۲۹۷، ۲۷۳۔
۳۴۔ محمد یسین خان، ''راگنی، دوہے، گیت''، قائم خانی راجپوت ریسرچ سینٹر تڑ گڑھ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۰۸۔
۳۵۔ ڈاکٹر نسیم بانو، ''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، ص ۲۶۰۔
۳۶۔ ایضاً، ص ۲۳۶۔
۳۷۔ پہلے پہل ناخواندہ خواتین ''ہوائی جہاز'' (Airplane) کو چیل گاڑی کہتی تھیں۔
۳۸۔ ڈاکٹر نسیم بانو، ''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، ص ۳۰۷۔
۳۹۔ ایضاً، ص ۱۹۹۔
۴۰۔ محولہ بالا، ص ۲۴۵۔
۴۱۔ اس سے ملتا جلتا ایک گیت ڈاکٹر اعظم گریوی کی کتاب ''دیہاتی گیت'' میں بھی موجود ہے،
۴۲۔ ڈاکٹر نسیم بانو، ''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، ص ۲۴۷۔
۴۳۔ ایضاً، ص ۲۷۴۔
۴۴۔ اس گیت کو ''ٹونٹیا'' کہا جاتا ہے اور تقریباً ہر قائم خانی گھر میں شادی کی اس رسم ''ٹونٹیا'' کے موقع پر گایا جاتا ہے سب ہی خواتین نے یہ گیت سنایا۔
۴۵۔ ڈاکٹر نسیم بانو، ''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، ص ۲۶۵۔
۴۶۔ محمد یسین خان، ''راگنی دوہے اور گیت''، ص ۱۰۸۔
۴۷۔ ایضاً، ص ۱۰۹۔
۴۸۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ''اصنافِ ادب''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۱۷۔
۴۹۔ ڈاکٹر نذیر فتح پوری، ''اردو کا اثر راجستھانی بولیوں پر''، ص ۹۱۔
۵۰۔ کنور نثار احمد، ''راجپوتی رسم و رواج'' ہریانہ اردو اکادمی ڈانوراں، ۲۰۰۱ء ص ۵۰ (یہ گیت اُن قائم خانی خواتین نے بھی سنایا جن کا تعلق ٹنڈو جام سے تھا)
۵۱۔ یہ گیت بھی ڈاکٹر نسیم بانو کی کتاب میں موجود ہے جو پاکستان کی قائم خانی خواتین بھی تھوڑے ردوبدل کے ساتھ گاتی ہیں۔
۵۲۔ محمد یسین خان، ''ہیرے اور کنکر''، بار اوّل، قائم ریسرچ سینٹر، تر گڑھ، ملتان، ۲۰۰۱ء، ص ۲۱۵۔
۵۳۔ ڈاکٹر نسیم بانو، ''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، ص ۲۹۸۔
۵۴۔ ایضاً، ص ۲۶۸۔
۵۵۔ محولہ بالا، ص ۲۷۰۔
۵۶۔ محمد یسین خان، ''راگنی، دوہے، گیت''، ص ۱۰۵۔
۵۷۔ یہ گیت بھی ٹنڈو جام اور ماتلی، ہوسڑی کی قائم خانی خواتین سے حاصل ہوا۔
۵۸۔ ڈاکٹر نسیم بانو، ''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، ص ۲۱۲ تا ۲۱۳۔

۵۹۔ یہ گیت حیدر آباد (پاکستان) سے تعلق رکھنے والے حبیب خان قائم خانی سے حاصل کیے۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ احمد، فیروز، ڈاکٹر: ۲۰۱۰ء، ''راجستھانی اور اردو''، پبلشرز ن د، جے پور، راجستھان۔

۲۔ احمد، نثار، کنور: ۲۰۰۱ء، ''راجپوتی رسم ورواج'' ہریانہ اردو اکادمی ڈانوراں۔

۳۔ انصاری، عزیز، ڈاکٹر، ''اردو اور راجستھانی بولیاں''، حرا فاؤنڈیشن پاکستان، کراچی۔

۴۔ آغا، وزیر، ڈاکٹر: ۱۹۷۸ء، ''اردو شاعری کا مزاج''، مکتبۂ عالیہ، لاہور۔

۵۔ جُھوں جھنوی، خان، یوسف: ۱۹۶۵ء، ''تنویرِ قمر'' نواں جھوں جھنوں، راجستھان۔

۶۔ خان، حبیب: ۲۰۰۵ء، ''ترجمان قائم خانی''، قائم خانی ویلفیئر ایسوسی ایشن کراچی۔

۷۔ خان، محمد، تاج: سن ن ''تاریخ راجپوت قائم خانی''، پبلشر ن د، ڈگری، میر پور خاص۔

۸۔ خان، محمد، یاسین: ۲۰۰۱ء، ''ہیرے اور کنکر''، باراوّل، قائم خانی ریسرچ سینٹر، تر گڑھ، ملتان۔

۹۔ خان، محمد، یسین: ۲۰۱۱ء، ''راگنی، دوہے، گیت''، قائم خانی راجپوت ریسرچ سینٹر تڑ گڑھ۔

۱۰۔ خاور، رفیق: ۱۹۹۵ء، ''گیت مالا، بنگلہ لوریاں اور لوک گیت''، ادارۂ مطبوعات پاکستان، کراچی۔

۱۱۔ عنبرین، شازیہ، ڈاکٹر: ۲۰۱۳ء، ''اردو، دیگر پاکستانی زبانیں اور لوک ورثہ''، بیکن بکس، لاہور۔

۱۲۔ فتح پوری، نذیر، ڈاکٹر: ۲۰۰۳ء، ''تاریخ و تذکرہ فتح پور شیخاواٹی''، پربھات پرنٹنگ ورکس، پونے۔

۱۳۔ فتح پوری، نذیر، ڈاکٹر: ۲۰۱۱ء، ''اردو کا اثر راجستھانی بولیوں پر''، اسباق پبلی کیشنز، پونے۔

۱۴۔ قریشی، وحید، ڈاکٹر: ۱۹۸۱ء، ''پاکستانی قومیت کی تشکیل نو''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

۱۵ گر یوی، اعظم، ڈاکٹر: ۲۰۰۹ء، ''دیہاتی گیت''، دیباچہ، سگما پریس، راول پنڈی، اسلام آباد۔

۱۶۔ نسیم بانو، ڈاکٹر: ۲۰۰۷ء، ''راجستھانی لوک سنسکرتی اور قائم خانی سماج''، گوران پرکاشان، جودھپور۔

۱۷۔ ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر: ۱۹۷۵ء، ''اصنافِ ادب'' سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

☆ مجلّہ ''تحقیق''، ۲۰۰۸ء شمارہ ۱۶، شعبۂ اُردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔